جامعہ حقانیہ کا ترجمان

مجلّہ الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

جلد ۴ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ/جنوری ۲۰۰۹ء شمارہ ۱



بانی جامعہ: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست

محرم الحرام ۱۴۳۰ھ جنوری ۲۰۰۹ء

☆☆☆☆☆☆☆

کلمۃ الحق

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مروجہ غیر سودی اسلامی بینکاری نظام

ایک وضاحت

مملکت اسلامیہ پاکستان جب سے معرض وجود میں آئی اس وقت سے شدت کے ساتھ اس کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اس کے معاشی نظام کو بھی قرآن وسنت کے مطابق ڈھالا جائے تاکہ اس کی برکات سے مالامال ہوکر باشندگان مملکت مفلوک الحالی سے محفوظ رہیں اور انہیں حقیقی معاشی استحکام نصیب ہو لیکن ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اسی صورت میں ممکن ہے کہ ملک سے سود کی لعنت کو ختم کر کے بلاسود اسلامی نظام معیشت کو متعارف کرایا جائے اور بینکاری نظام سے سودی سلسلہ کا مکمل خاتمہ کردیا جائے۔

حضرات علماء کرام قیام پاکستان کے بعد سے مسلسل اس کی جدوجہد اور کوشش فرماتے رہے اور وہ تمام سودی اداروں کو متبادل سود سے پاک جائز طریقے اور نظام کی طرف بھی راہنمائی کرتے رہے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں:

پاکستان میں بینکوں کو سود کی لعنت سے پاک کرکے انہیں شرعی اصولوں کے مطابق چلانے کی خواہش تو ہمارے اکابر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحب اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہم اللہ وغیرہ سب کو رہی، اور انہوں نے اس کیلئے ابتدائی کوششیں بھی کیں، لیکن اس کیلئے سب سے پہلے ایک منظم تجویز ۱۹۸۰ء میں اسلامی نظریاتی کونسل نے ایک رپورٹ کی شکل میں پیش کی، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحب قدس سرہ ابتداء میں کونسل کے رکن تھے، اور اسی وقت کونسل کا ایک بنیادی کام غیر سودی بینکاری کا طریق کار متعین کرنے کو قرار دیا گیا تھا، لیکن اس رپورٹ کی تیاری کے وقت حضرت کی وفات ہو چکی تھی، اور ان کی جگہ حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کو رکن بنادیا گیا تھا، نیز اس وقت حضرت مولانا مفتی سیاح الدین صاحب کاکاخیل اور حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب اور

یہ نیاز مند کونسل کے ارکان میں شامل تھے۔یہ رپورٹ وسیع پیانے پر اردو اور انگریزی میں شائع ہوئی، بحیثیت مجموعی اسے سراہا گیا اور اس پر کوئی اشکال اس وقت سامنے نہیں آیا۔لیکن جب اس رپورٹ کی تنفیذ کا وقت آیا تو نافذ کرنے والوں نے اس میں ایسی تبدیلیاں کر دیں جن کی وجہ سے اس رپورٹ کی تجاویز کا حلیہ بگڑ گیا، اور''غیر سودی بینکاری'' ایک دھوکہ ہو کر رہ گئی۔اس موقع پر اس دھوکے کے خلاف سب سے پہلے بندے ہی نے آواز اٹھائی، اخبارات اور مضامین کے ذریعے حقیقت حال سے عوام کو آگاہ کیا، لیکن ساتھ ہی یہ کوشش بھی جاری رکھی کہ غیر سودی بینکاری کے تصور ہی کو ختم کرنے کے بجائے اس میں اصلاح کی صورتیں پیدا کی جائیں۔چنانچہ صحیح متبادل طریقے اختیار کرنے کیلئے اس وقت شعبان ۱۴۱۲ھ میں دارالعلوم کراچی میں ''مجلس تحقیق مسائل حاضرہ'' کا ایک اجلاس بلایا گیا تھا جو غالباً کئی روز تک جاری رہا تھا۔اس میں دارالعلوم کے اصحاب فتویٰ کے علاوہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب قدس سرہ، حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب قدس سرہ، حضرت مولانا مفتی وجیہ صاحب قدس سرہ، حضرت مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب مدظلہم اور جامعہ خیر المدارس ملتان کے مفتی محمد انور صاحب مدظلہم بھی شامل تھے۔اس وقت متبادل طریقوں کا تعین کرنے کیلئے ایک تحریر پر سب نے اتفاق کیا، البتہ حضرت مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب مدظلہم نے بحیثیت مجموعی اتفاق فرمانے کے ساتھ تین نکات سے متعلق اختلاف فرمایا۔یہ پوری تحریر حضرت مفتی رشید احمد صاحب قدس سرہ نے اپنے ''احسن الفتاویٰ'' کی ساتویں جلد میں ص ۲۱ پر بلاسودی بینکاری،، کے عنوان سے شائع فرمائی ہے۔

اس تحریر کے ذریعے چند متبادل طریقوں پر بحیثیت مجموعی مجلس کا اتفاق ہو گیا تھا، اس لئے اسی بنیاد پر ملکی بینکوں میں تبدیلی لانے کی کوشش کی گئی، لیکن افسوس ہے کہ حکومتی سطح پر یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی، اسی دوران عرب ممالک میں ''غیر سودی بینکوں،، کے قیام کی تحریک نے خاصا زور پکڑا، اور وہاں اس قسم کے بینک قائم ہونے لگے، ان کے طریق کار کے بارے میں ''مجمع الفقہ الاسلامی'' کے اجلاسات میں غور ہوتا رہا، اور اس کی قراردادوں میں بھی بنیادی طور پر وہی مؤقف اختیار کیا گیا جو''مجلس تحقیق مسائل حاضرہ'' کی مذکورہ بالا تحریر میں اختیار کیا گیا تھا۔اور ان کی تائید میں مفصل مقالات مجمع کے مجلّہ میں شائع ہو چکے ہیں۔دوسری طرف ہندوستان میں

مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع الفقہ الاسلامی ہند کے نام سے جو ادارہ قائم کیا تھا، اس کے مختلف اجلاسات میں بھی یہ موضوعات زیر بحث آئے، جن میں علماء ہندوستان نے تحقیقی مقالات بھی تحریر فرمائے۔ پھر چونکہ بینکوں کے نظام میں تبدیلی لانے کیلئے اور بھی بہت سے کام ضروری تھے، اس لئے عالم اسلام میں ان کاموں کیلئے الگ الگ ادارے قائم ہوئے، انہی میں سے ایک ادارہ المجلس الشرعی کے نام سے قائم ہوا جو اس وقت بیس علماء پر مشتمل ہے، اس کے ارکان میں شیخ محمد الصدیق الضریر (سوڈان) شیخ وہبہ الزحیلی (شام) شیخ سعید رمضان البوطی (شام) شیخ عبداللہ بن سلیمان بن منیع (سعودی عرب) شیخ عبدالرحمٰن الاطرم (سعودی عرب) شیخ عبدالستار ابوغدہ (شام) شیخ عجیل النشمی (کویت) شیخ علی محی الدین القرہ داغی (عراق) شیخ نظام یعقوبی (بحرین) جیسے معروف علماء شامل رہے ہیں۔ اس مجلس نے غیر سودی بینکوں کے تفصیلی طریق کار سے متعلق متعین "معاییر" تیار کرنے کا کام اپنے ذمہ لیا ہے، جس میں زیر بحث امور سے متعلق کسی ایک عالم سے کتب فقہ کی روشنی میں ایک مفصل مقالہ اور متعلقہ موضوع پر ایک متن تیار کرایا جاتا ہے جو بطور معیار مالیاتی اداروں میں نافذ کیا جا سکے۔ اس متن پر مجلس شرعی میں بحث ہوتی ہے جو کئی کئی دن جاری رہتی ہے، اختلاف آراء کو کھلے دل سے سن کر اس پر آزادانہ گفتگو ہوتی ہے، اور جب ایک مسودہ تیار ہو جاتا ہے تو ان علماء کا ایک اجتماع منعقد ہوتا ہے جو مجلس شرعی کے رکن نہیں ہیں مگر ان موضوعات پر تصنیفی اور تحقیقی کام کر رہے ہیں۔ یہ اجتماع "جلسة الاستماع" کے نام سے ہر معیار پر دوبارہ غور کرنے کیلئے منعقد ہوتا ہے اور باہر کے علماء کی آراء سنی جاتی ہیں، پھر مجلس ان آراء کی روشنی میں مسودے پر دوبارہ غور کرتی ہے، اور تیسری خواندگی کے بعد اسے "معیار" کے طور پر شائع کیا جاتا ہے۔ اب تک اس طرح تیس کے قریب معاییر شائع ہو چکے ہیں۔ (اقتباس از گرامی نامہ حضرت عثمانی صاحب مدظلہم)

اس تفصیل سے واضح ہے کہ موجودہ غیر سودی بینکاری نظام جس کی سرپرستی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرما رہے ہیں وہ تنہا ان کی انفرادی رائے پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کی تحریر، مجمع الفقہ الاسلامی کی قراردادوں اور المجلس الشرعی کے صادر کئے ہوئے معاییر پر ہے۔

''مجلس تحقیق مسائل حاضرہ'' کے جس اجلاس کا ذکر حضرت نے اپنی تحریر میں فرمایا ہے وہ دارالعلوم کراچی میں ۲۱/۲۲ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ ۲۷/۲۸ جنوری ۱۹۹۲ء سوموار، منگل دو روز جاری رہا اور حضرت اقدس والد ماجد قدس سرہ کے ہمراہ احقر بھی اس میں شریک رہا اور اس طرح بفضلہ تعالیٰ احقر کو بھی دو روز تک ارباب فضل وکمال سے استفادہ کا شرف حاصل ہوا۔

عالم اسلام کے اکثر خطوں میں سود سے پاک مالیاتی ادارے قائم کرنے کے رجحان اور غیر سودی نظام سے متعلق موجودہ کوشش کی مخالفت کے نتائج پر روشنی ڈالتے ہوئے اسی گرامی نامہ کے آخر میں حضرت مولانا مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

دوسرے اس وقت صورت حال یہ ہے کہ صرف پاکستان نہیں بلکہ عالم اسلام کے اکثر خطوں میں الحمد للہ سود سے پاک مالیاتی ادارے قائم کرنے کا رجحان روز بروز بڑھ رہا ہے، اور پچھلے تیس چالیس سال سے، تقریباً تمام عرب ممالک میں، نیز ملائیشیا، انڈونیشیا، بنگلہ دیش، برونائی وغیرہ میں، اور مغربی ملکوں میں سے برطانیہ امریکہ وغیرہ میں ایسے ادارے بڑی تعداد میں قائم ہوئے ہیں، جن کی راہنمائی ان علاقوں کے علماء کرتے ہیں۔ یہ سارے کے سارے علماء متساہل یا مداہن نہیں ہیں، ان میں بعض ایسے حضرات بھی شامل ہیں جن کے علم کے ساتھ ان کا ورع وتقویٰ بھی ظاہر وباہر ہے۔ پھر چونکہ سودی نظام نے دنیا بھر کو اپنے شکنجے میں بری طرح جکڑا ہوا ہے، اس لئے اس کام کیلئے مناسب فضا تیار کرنے کیلئے بہت سے معاون اداروں کی ضرورت تھی جو رفتہ رفتہ وجود میں آئے ہیں۔ مثلاً متعدد مقامات پر تاجروں اور پیشہ ور حضرات کو معاملات سے متعلق اسلامی احکام، شرکت، مضاربت، مرابحہ، اجارہ، کفالہ، رہن، زکوۃ وغیرہ سے متعلق بنیادی معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔ شرق اوسط کے علماء خاص طور پر ان اداروں کی راہنمائی کیلئے کتابیں، رسالے اور تحقیقی مضامین لکھ رہے ہیں، اور اس موضوع پر شائع شدہ مواد بلا مبالغہ لاکھوں صفحات تک پہنچ چکا ہوگا۔ اب عام یونیورسٹیاں بھی اس موضوع کو داخل نصاب کرنے لگی ہیں۔ اسی طرح بلاسود بینکاری کیلئے اکاونٹ کے معیار بھی سودی بنکوں سے مختلف ہونا ضروری ہیں اس کیلئے اکاؤنٹ کے معاییر بحرین کے ایک ادارے نے تیار کئے ہیں۔ کمپیوٹر کے پروگراموں میں تبدیلی کی ضرورت تھی۔ وہ کام الگ ہوا ہے۔ مرکزی بینکوں کے قواعد غیر سودی بینکوں کیلئے الگ ہونے چاہئیں،

چنانچہ پاکستان سمیت کئی مرکزی بینکوں میں اس غرض کیلئے الگ شعبہ قائم کر کے غیرسودی بینکوں کے الگ قواعد بنائے گئے ہیں۔ان اداروں کی درجہ بندی (ریٹنگ) کیلئے الگ معیار کی ضرورت تھی جس میں شرعی احکام کی پابندی کو مرکزی اہمیت حاصل ہے ،اس کیلئے ان اداروں کی الگ ریٹنگ ایجنسی قائم ہوئی ہے۔اور یہ سارا کام لادینی حلقوں کی شدید مخالفتوں کے علی الرغم ہوا ہے۔

ان تمام باتوں کے باوجود یقیناً ان اداروں کو خامیوں اور غلطیوں سے پاک نہیں کہا جاسکتا بالخصوص جبکہ یہ نظام اپنے ابتدائی مراحل میں ہے،اس کیلئے موزوں رجال کار کی فراہمی ایک مستقل مسئلہ ہے،اور اسے ہر قدم پر سودی نظام کی پیدا کی ہوئی مشکلات سے سابقہ پیش آتا ہے۔لیکن بندہ یہ سمجھتا ہے کہ ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ حتی الامکان ان خامیوں اور غلطیوں کی اصلاح کی بھرپور کوشش کی جائے ،نہ یہ کہ ان خامیوں کی وجہ سے غیرسودی بینکاری کے اس سارے کام کو بیک جنبش قلم رائیگاں اور ناجائز قرار دے کر ان سے بالکل قطع تعلق کرلیا جائے۔اس سے بظاہر یہ ادارے ختم تو نہیں ہوں گے،لیکن اول تو ان کی خامیوں میں اور اضافہ ہوگا،اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان خلفشار بڑھے گا،اور اس کے نتیجے میں دراصل سودی نظام اور ان لادینی طاقتوں کے ہاتھ مضبوط ہوں گے جو ان کوششوں کے دشمن ہیں،اور جن کا عین مفاد یہ ہے کہ غیرسودی بینک ناکام ہوں،اور ان کے اس پروپیگنڈے کو تقویت حاصل ہو کہ سود کے بغیر تجارت و معیشت چل نہیں سکتی۔

حضرت عثمانی مدظلہم کی تحریر فرمودہ تفصیل کی روشنی میں قارئین مجلہ الحقانیہ یقیناً سمجھ چکے ہوں گے کہ مروجہ غیرسودی اسلامی بینکاری نظام کی طرف کی گئی پیش رفت خامیوں کے احتمال کے باوجود مجموعی طور پر اسلامی اصولوں پر مبنی ہے اسے وقت کے جید علماء کرام اور فقہاء عظام کی تائید حاصل ہے اور اسے کلیۃً غیر اسلامی قرار نہیں دیا جاسکتا،یہی وجہ ہے کہ اس بارہ میں احقر ناکارہ سے جب بھی کسی نے استفسار کیا تو احقر نے یہی جواب دیا کہ عالم اسلام کی عظیم شخصیت محقق العصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ جن کا علم اور فضل وکمال،دیانت وتقویٰ مسلم ہے اگر وہ اس کی تائید فرمادیں تو جن حضرات کو ان پر اعتماد ہے وہ ان کی رائے پر عمل کرسکتے ہیں۔مروجہ غیرسودی اسلامی بینکاری نظام کے مرتبہ خاکہ میں چونکہ واضح طور پر کوئی ایسی بات نہ تھی جس کی وجہ سے اس کو ناجائز یا حرام قرار دیا جاتا علاوہ ازیں پاکستان کے کسی دارالافتاء کا

اختلاف بھی سامنے نہیں آیا تھا اس لئے اس سے متعلق کئے گئے سوال کا یہی جواب دیا گیا۔

شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ کے آخر میں حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم کی زیر صدارت جامعہ فاروقیہ کراچی میں اکتیس (۳۱) مفتیان عظام وعلماء کرام کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں شریک ہونے والے مفتیان کرام نے متفقہ طور پر فتویٰ دیا کہ:

''اسلام کی طرف منسوب مروجہ بینکاری قطعی غیر شرعی اور غیر اسلامی ہے لہٰذا ان بینکوں کے ساتھ اسلامی یا شرعی سمجھ کر جو معاملات کیے جاتے ہیں وہ ناجائز اور حرام ہیں اور ان کا حکم دیگر سودی بینکوں کی طرح ہے''

اس فتویٰ سے موجودہ مروجہ اسلامی بینکاری نظام کے جائز ناجائز ہونے کے متعلق ایک مرتبہ پھر شدت سے سوال پیدا ہوا اور ضرورت محسوس ہوئی کہ جواز کے فتویٰ کی دوبارہ وضاحت کی جائے، حق تعالیٰ بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائیں ہمارے مخدوم بزرگ شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم کو کہ انہوں نے اس کیلئے حضرت فضیلۃ الاستاذ قاری المقری احمد میاں تھانوی مدظلہم کے ذریعہ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کو جو اس وقت ایک خاندانی تقریب کے سلسلہ میں لاہور تشریف لائے تھے دارالعلوم الاسلامیہ کامران بلاک لاہور تشریف لانے کی دعوت دی، اسی طرح مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم، مولانا زبیر اشرف عثمانی، مولانا عمران اشرف عثمانی، مولانا رشید اشرف سیفی مدظلہم کو بھی اس اجتماع میں مدعو کیا گیا اور ان سب حضرات نے ۱۳ر نومبر ۲۰۰۸ء/۱۴ر ذوالقعدہ ۱۴۲۹ھ کو دارالعلوم الاسلامیہ لاہور میں قدم رنجہ فرمایا، حضرت قاری مقری مولانا احمد میاں تھانوی مدظلہ نے تلاوت فرمائی اور اجتماع کے پس منظر پر روشنی ڈالی پھر شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ نے سپاس نامہ پیش فرمایا، اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام مدظلہم نے ڈھائی گھنٹہ تک متعلقہ موضوع پر سیر حاصل گفتگو فرمائی اور مختلف سوالات کے جواب بھی دیئے، حضرت نے مروجہ غیر سودی اسلامی بینکاری نظام کے متعلق اپنے مؤقف کی کھل کر وضاحت فرمائی، حال ہی میں بعض حضرات علماء کرام نے اس کے قطعی حرام اور ناجائز ہونے کا جو فتویٰ صادر فرمایا ہے اس کے بارہ میں آپ نے جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ تھا کہ:

میں نے وہ مکمل فتویٰ اور اس کی تائید میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کی مفصل

تحریر کو اس نیت سے پڑھا کہ ''اگر ہمارا مؤقف دلائل کی روشنی میں غلط ثابت ہوگیا تو ان شاء اللہ اس سے رجوع کرلیا جائے گا، لیکن پوری تحریر پڑھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ اس کی بیشتر باتیں واقعہ کی غلط اطلاع پر مبنی ہیں اور کچھ واقعی فقہی نکات ہیں جن میں دو رائیں ہوسکتی ہیں لیکن ان کی بناء پر غیر سودی بینکاری کے پورے نظام کو نا جائز قرار دینا درست نہیں۔

آپ کے بعد حضرت مفتی اعظم مدظلہم نے مختصر مگر جامع مانع خطاب فرمایا اختلاف رائے کی حدود کے حوالے سے آپ نے حضرات علماء کرام اور فقہاء عظام کے مابین فقہی اختلافات کو مستحسن قرار دیتے ہوئے اس پر زور دیا کہ اختلاف کے اظہار کا انداز حضرات علماء کرام کے شایان شان ہونا چاہیے کسی بھی ذی قدر عالم یا اس کی رائے کا استخفاف یا کسی کی تفسیق، تجہیل یا طعن وتشنیع کسی طرح بھی جائز نہیں ہے اختلافات میں اس کا لحاظ انتہائی ضروری ہے آخر میں آپ کی دعا پر یہ پروگرام بخیر وخوبی مکمل ہوا۔ تفصیل کیلئے قارئین کرام اور شائقین حضرات حضرت کے بیان کی سی ڈی حاصل فرما کر غور سے اسے سماعت فرمالیں۔

حضرت کے اس مفصل بیان سے شرکاء محفل کو بہت ہی فائدہ اور اطمینان ہوا اور احقر کو بھی اپنے سابقہ مؤقف پر مزید شرح صدر محسوس ہوا، اس لئے اب تک احقر کا رجحان حسب سابق اسی رائے کی طرف ہے، جس کی تفصیل سطور بالا میں لکھ چکا ہوں، تاہم اس پر کوئی ضد یا بے جا اصرار و جمود نہیں ہے، اگر دلائل سے دوسری رائے پر شرح صدر ہوگیا تو پھر بلا کسی تردد کے سابقہ رائے سے رجوع کا اعلان کردیا جائے گا، واللہ علی ماالقول شہید۔ ہمارے اکابر اور بزرگوں کا ہمیشہ یہی شیوہ رہا ہے جیسا کہ ''ترجیح الراجح '' اور ''اختیار الصواب فی مختلف الابواب'' دیکھنے سے واضح ہے، اس سلسلہ میں حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی نوراللہ مرقدہ کا یہ ملفوظ گرامی انتہائی اہم اور قابل قدر ہے فرمایا کہ:

''میرے کسی مسئلہ پر جب کوئی شخص اعتراض کرتا ہے تو سب سے اول میرے دل میں یہی بات آتی ہے کہ واقعی مجھ سے غلطی ہوئی ہوگی اور غور کر کے فوراً رجوع کرلیتا ہوں، اس کی خواہ مخواہ کیلئے تو جیہ و جواب کے درپے نہیں ہوتا اس میں چند فوائد ہیں، اول یہ کہ اس میں بہت آرام رہتا ہے مفت کے فکر اور غور سے بچتا ہوں، دوم وقت ضائع نہیں ہوتا، سوم اس کی جگہ دوسرے کام بہت سے ہوجاتے ہیں جو از حد نافع ہوتے ہیں اگر ایسی عادت نہ رکھتا تو پھر اتنے کام کبھی بھی

انجام نہیں دے سکتا، چہارم ہر تو جیہ کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوتی جو صریح کبر ہے، پنجم اپنے متعلقین کی عادت بھی اسی قسم کی ہوگی کہ توجیہ بلا وجہ سے احتراز کریں گے ورنہ لوگوں کو اس میں سخت غلو ہے" (ملفوظات حسن العزیز، ملفوظ نمبر ۱۱، النور ماہ ذوالحجہ ۱۳۴۵ھ)

بغیر شرح صدر اور بغیر غور وفکر کے محض اعتماد پر دستخط کا طریقہ خلاف قاعدہ ہونے کی وجہ سے ہمارے اکابر نے پسند نہیں فرمایا حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ اس بارہ میں حضرت اقدس سہارنپوری قدس سرہ کا معمول یوں بیان فرماتے ہیں:

ایک فتویٰ اکابر مدرسین میں سے ایک بزرگ کا لکھا ہوا تھا ان کے لکھنے پر اعتماد اور سرسری نظر سے دیکھنے کے بعد دیگر مدرسین کی طرح اس پر میں نے بھی دستخط کر دیئے یہ فتاویٰ ابتداء میں یا دیگر مدرسین کے دستخطوں کے بعد میرے حضرت، میرے مرشد حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب کی خدمت میں پیش کیے جایا کرتے تھے اور حضرت اقدس قدس سرہ کے دستخط بغیر باہر نہیں جایا کرتے تھے یہ فتویٰ جب حضرت قدس سرہ کی خدمت میں پیش ہوا تو حضرت نے فتویٰ پر یہ لکھ کر کہ "اس میں یہ غلطی ہے دوبارہ درست کرو" اس کو واپس کر دیا اور کسی مدرس سے بھی مطالبہ نہیں کیا لیکن از راہِ شفقت اللہ جل شانہ میرے جملہ اکابر کو ان کی شفقتوں کا بہت ہی بہتر بدلہ عطا فرمائے مجھ سے دریافت کیا کہ "اس فتویٰ کو پڑھ کر دستخط کیے یا بغیر پڑھے ہی دستخط کر دیے؟" میں نے عرض کیا کہ سرسری دیکھا تھا مگر فلاں حضرت کا لکھا ہوا اور سب مدرسین کے دستخط ہونے کی وجہ سے زیادہ غور کی ضرورت نہیں سمجھی میرے حضرت قدس سرہ نور اللہ مرقدہ نے ایک ڈانٹ پلائی کہ دستخط فتووں کی تصدیق اور اس کی شہادت ہے بغیر تحقیق کے کیوں دستخط کیے؟ وہ ڈانٹ مجھ پر ایسی مؤثر ہوئی کہ اس کے بعد سے کسی ایسے مسئلے کے علاوہ جو بندہ کے خیال میں بالکل کھلا ہوا نہ ہو اور اس پر اس ناکارہ کے دستخط کی خاص وجہ بھی نہ ہو دستخط بھی نہیں کرتا (آپ بیتی نمبر ۵، ص ۱۴۰)

ایک ہی نظام کے بارہ میں دو مختلف اور متضاد فتاویٰ صادر ہونے سے عوام میں اضطراب اور تشویش کا پیدا ہو جانا ایک فطری امر ہے لیکن اس کا حل اس کے سوا اور کیا ہے کہ یا تو جانبین سے ارباب فتویٰ جمع ہو کر دونوں آراء پر غور کے بعد باہم کسی ایک جانب متفق ہو جائیں یا پھر دیگر بہت سے فقہی اختلافی مسائل کی طرح حسب قاعدہ انہیں اختیار دے دیا جائے کہ وہ دیانتاً جس

فتویٰ پر چاہیں عمل کرلیں لیکن کسی بھی فریق کی بے ادبی گستاخی بے احترامی اوران پر طعن وتشنیع سے مکمل اجتناب کریں دونوں آراء کو قابل احترام اور فریقین کو دیانتدار اور امانتدار سمجھیں، حضرات علماء کرام بھی اپنے اپنے حلقہ احباب کو اسی کی تلقین فرمائیں تاکہ اختلاف اپنی حدود میں رہے خدانخواستہ خلاف یا شقاق کی صورت اختیار کر کے امت میں انتشار کا سبب نہ بنے۔

حضرات اہل علم اور اہل حق میں اختلاف آراء نہ مستبعد ہے اور نہ ہی کوئی نئی چیز ہے لیکن اس سلسلہ میں بھی اپنے بزرگوں کے اختلافات کا انداز یقیناً ہمارے لئے مشعل راہ ہے، اس کیلئے رسائل "پیر ومرید کا فقہی اختلاف، الاعتدال" وغیرہ کا پیش نظر رکھنا انتہائی مفید ہے۔

بہرحال بینکاری نظام سے متعلق حالیہ اختلاف کوئی نئی چیز نہیں ہے، حضرات علماء کرام پر یہ حقیقت ہرگز مخفی نہیں کہ غیر منصوص اور غیر قطعی مسائل میں اہل حق کے مابین ہمیشہ اختلافات کا سلسلہ چلتا رہا ہے اور یہ اختلاف اگر دیانت اور تقویٰ کی بنیاد پر ہو (جیسا کہ اہل حق کے اختلاف میں یہی صورت ہوتی ہے) تو پھر اختلاف بھی امت کیلئے رحمت کا باعث بن جاتا ہے۔

اب چونکہ اس موضوع پر دونوں طرف سے مدلل آراء سامنے آچکی ہیں اس لئے اہل علم اور ارباب فتویٰ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ انہیں بنظر انصاف ملاحظہ فرما کر جس رائے پر شرح صدر ہو اسے اختیار فرمائیں اور اگر جانبین کے بڑے حضرات مل کر باہم غور وخوض کے بعد کسی نکتہ پر جمع ہو جائیں تو یہ اور بھی بہتر ہوگا۔

اہل حق کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا ہے کہ وہ اپنے مخالف نقطۂ نظر رکھنے والے حضرات کے کلام میں خوب غور وخوض کرتے ہیں اور حتی الامکان اس کے دلائل بھی تلاش فرماتے ہیں تاکہ اگر فریق مخالف کی بات حق ہو تو اسے قبول کرلیا جائے، اپنے مؤقف پر بے جا اصرار ان کا شیوہ نہیں ہے لیکن آج کل یہ بھی دیکھنے میں آرہا ہے کہ فریق مخالف کے نقطۂ نظر پر غور اور توجہ تو دور کی بات ہے اسے سننا بھی گوارا نہیں ہوتا۔

احقر ناکارہ نے ایک طویل عرصہ حضرت اقدس والد ماجد قدس سرہ کی خدمت میں گذارا وہاں بارہا دیکھنے میں آیا کہ فریق مخالف کی رائے اور اس کے دلائل اور منشاء پر حضرت رحمہ اللہ خود بھی غور فرماتے اور ہمیں بھی اس پر متنبہ فرماتے تھے، بغیر غور وخوض کے دوسرے فریق کے

نقطۂ نظر کورد کردینا آپ کے ہاں نہایت ناپسندیدہ تھا اس بارہ میں جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاذ حدیث مخدوم ومکرم حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی مدظلہم اپنا مشاہدہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

ایک خاص بات جو مفتی صاحب کے یہاں دیکھی اور کم حضرات میں نظر آئی وہ مخالف فرقہ یا مخالف نقطۂ نظر رکھنے والے حضرات کے نقطۂ نظر کی توجیہ بلکہ ان کیلئے دلائل کی تلاش ہے، احقر نے بار بار اس کا مشاہدہ کیا کہ اگر ان کی مجلس میں مخالف فرقہ کے کسی مسئلہ کا ذکر کیا جاتا تو وہ اول مرحلہ میں اسے فوری طور پر رد کرنے کی بجائے اسے توجہ سے سنتے ان کے نقطۂ نظر کی تفصیل پوچھتے ان کے دلائل معلوم کرتے اگر کوئی شخص ان کے دلائل نہ بتائے تو خود ان کی طرف سے کوئی دلیل بیان کرتے پھر حاضرین سے اس کا جواب طلب کرتے، اس بات کی آج کے دور میں غیر معمولی قدر محسوس ہوتی ہے جبکہ فریق مخالف کے دلائل پوچھنا تو بڑی بات ہے دوسرے کے نقطۂ نظر تفصیل سے معلوم کرنا بھی لوگوں کیلئے گوارا نہیں رہا، اول مرحلہ ہی میں دوسرے کی تفسیق، تضلیل بلکہ تکفیر تک کردی جاتی ہے اور یہ سوچا تک نہیں جاتا کہ دوسرے کا مؤقف اصل میں کیا ہے؟ اس نے کیا بات کہی ہے اور کیوں کہی ہے؟ احقر کے سامنے کئی بار ایسا ہوا کہ متجددین یا گمراہ لوگوں کی کوئی بات مجلس میں ذکر کی گئی اور مفتی صاحب نے اولاً ان کی دلیل ذکر کی اور پھر حضرت مفتی صاحب (حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی) سے کہا کہ حضرت وہ لوگ تو یہ یہ دلائل دیتے ہیں، ان کے کیا جواب ہوگا؟ کچھ جوابات حضرت مفتی صاحب اپنا کام کرتے کرتے دیتے تو باقی جوابات خود مفتی صاحب دے کر مسئلہ مکمل طور پر منقح کردیتے اور جانبین کا نقطۂ نظر پوری طرح سامنے آجاتا، یہ عدل وانصاف پر مبنی وہ طریقہ کار ہے جو با اعتماد متبحر اکابر علماء اور سلف صالحین کا طرۂ امتیاز رہا ہے (حیات ترمذی ص ۲۹۱)

آخر میں احقر اپنی ان بے ربط اور طویل گذارشات کو اس دعا پر ختم کرکے اجازت چاہتا ہے، اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ آمین۔

؎ اندکے پیش تو گفتم غم دل وترسیدم — کہ آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

۱۸/ ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

درس قرآن کریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منافقین کی دوسری مثال

قال تعالیٰ: او کصیب من السماء الیٰ ان اللہ علی کل شیء قدیر

یا مثال ان منافقین کی گمراہی کو ہدایت کے بدلہ خرید کر خسارہ اٹھانے میں ایسی ہے جیسے آسمان سے زوردار پانی پڑ رہا ہو من السماء کا لفظ بڑھانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ بارش آسمان کے تمام اطراف اور جوانب کو محیط ہے جس طرح پورے آسمان کو سماء کہتے ہیں اسی طرح آسمان کی جانب کو بھی سماء کہتے ہیں نیز من السماء کے لفظ میں ایک یہ بھی اشارہ ہے کہ اس بارش کو کوئی روک نہیں سکتا۔ کس کی مجال ہے کہ آسمان سے آنے والی چیز کو روک سکے اس میں اندھیرے اور گرج اور بجلی ہے۔ جو لوگ اس بارش میں چل رہے ہیں خوف کی وجہ سے ان کی یہ حالت ہے کہ انگلیوں کے پورے نہیں بلکہ پوری انگلیاں اپنے کانوں کے انتہائی سوراخ تک پہونچا دینا چاہتے ہیں ہولناک آواز کی وجہ سے موت کے ڈر سے اور اس خوف کی شدت میں یہ بھی نہیں سمجھتے کہ اللہ تو کافروں کا احاطہ کرنے والا ہے۔ کانوں میں انگلیاں دینا اس کے عذاب سے کسی طرح بچا نہیں سکتا۔ قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھیں اچک لے جب وہ برق ان کے لئے چمکتی ہے تو اس کی روشنی میں وہ چلنے لگتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے تو حیران کھڑے رہ جاتے ہیں۔ یعنی دین اسلام بمنزلہ باران رحمت کے ہے جو مردہ دلوں کے لئے آب حیات سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اور سراسر رحمت ہی رحمت اور نعمت ہی نعمت ہے مگر ابتداء میں کچھ محنت اور سختی ہے جیسے بارش رحمت ہی رحمت ہے اور مردہ زمین کی حیات اور زندگی ہے مگر اول میں کچھ کڑک اور بجلی بھی ہے۔ منافق اول کی سختی سے ڈر گئے اور وہ برائے نام مصائب جو حقیقت میں ان کے تزکیہ نفس کے لئے تھیں ان سے گھبرا گئے اور جس طرح بجلی کی چمک سے روشنی پیدا ہو کر راستہ نظر آجاتا ہے اور بادل کی کڑک سے دل کانپ جاتا ہے اسی طرح منافق جب دنیوی منافع

(جیسے جان و مال کی حفاظت، مال غنیمت میں سے حصہ ملنا) ان منافع پر نظر کرتا ہے تو اسلام کی طرف جھک جاتا ہے اور مثلاً جب جہاد کی سختی پر نظر کرتا ہے تو پھر اسلام سے بدک جاتا ہے۔ بہر حال جس طرح بجلی میں کبھی روشنی اور اجالا اور کبھی تاریکی اور اندھیرا۔ اسی طرح منافق کے دل میں کبھی اقرار ہے اور کبھی انکار کماقال تعالی: ومن الناس من یعبد اللّٰہ علی حرف فان اصابہ خیر اطمأن بہ وان اصابتہ فتنۃ انقلب علی وجھہ۔

الحاصل: ان آیات شریفہ میں دین اسلام کو باران رحمت کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور ان کے شبہات اور نفسانی اغراض کو ظلمات کے ساتھ اور عذاب الٰہی سے ڈرانے والی آیات کو رعد کے ساتھ اور فتوحات اسلام اور غلبۂ دین حق کو برق کے ساتھ تشبیہ دی ہے جب عذاب سے ڈرنے والی آیتیں نازل ہوئیں تو یہ منافق ان کو سننا نہیں چاہتے کانوں میں انگلیاں دیتے ہیں اور جب کبھی غلبہ اسلام کی برق کوندنے لگتی ہے اور اسلام کا نور چمکنے لگتا ہے تو اسلام کی طرف چلنے لگتے ہیں اور جب اغراض نفسانی کی ظلمت اور تاریکی کا غلبہ ہوتا ہے مثلاً کافروں سے جہاد اور قتال کا حکم آتا ہے تو پھر اسلام کی طرف چلنے سے رک جاتے ہیں ولو شاء اللّٰہ لذھب بسمعھم وابصارھم ان اللّٰہ علی کل شئی قدیر اور اگر خدا چاہتا تو بغیر بجلی اور کڑک ہی کے ان کے کان اور آنکھیں سب ہی لے جاتا بے شک اللہ ہی ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ کسی سبب کا محتاج نہیں اور نہ اس کے لئے کوئی مانع ہے اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ ابھی اس فریق کو پہلے فریق کی طرح بالکل اندھا اور بہرا نہیں بنا دیا اس فریق سے ابھی ایمان کی امید بالکل قطع نہیں ہوئی ہے شاید یہ ایمان لے آئیں بخلاف پہلے فریق کے کہ جن کی مثال مثلھم کمثل الذی استوقد نارا میں ذکر کی گئی ان کے ہدایت پر آنے کی کوئی امید نہیں اس لئے کہ اللہ نے ان کے نور کو بالکل سلب فرمالیا کماقال تعالی: ذھب اللّٰہ بنورھم اور وہ بہرے اور گونگے اور اندھے ہیں فھم لا یرجعون وہ گمراہی سے ہدایت کی طرف لوٹنے والے نہیں اسی وجہ سے اس فریق کے لئے ذھب اللّٰہ بنورھم نہیں فرمایا اس لئے کہ اللہ نے ان کے نور فطرت کو ابھی بالکل زائل نہیں فرمایا۔

(از معارف القرآن حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ ج ا ص ۶۸)

حضرت مولانا محمد منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ

درس حدیث

یوم عاشورہ کا روزہ اور اس کی تاریخی اہمیت

عن ابن عباس ان رسول اللّٰہ ﷺ قدم المدینة فوجدالیھود صیاما یوم عاشوراء فقال لھم رسول اللّٰہ ﷺ ماھذاالیوم الذی تصومونه فقالواھذایوم عظیم انجی اللّٰہ فیه موسی وقومه وغرق فرعون وقومه فصامه موسی شکرافنحن نصومه فقال رسول اللّٰہ ﷺ فنحن احق واولی بموسی منکم فصامه رسول اللّٰہ ﷺ وامربصیامه(رواہ البخاری ومسلم)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہود کو یوم عاشورہ (۱۰ محرم) کا روزہ رکھتے دیکھا۔آپ نے ان سے دریافت کیا (تمہاری مذہبی روایات میں) یہ کیا خاص دن ہے؟ (اور اس کی کیا خصوصیت اور اہمیت ہے) کہ تم اس کا روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں یہ بڑی عظمت والا دن ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو نجات دی تھی اور فرعون اور اس کے لشکر کو غرقاب کیا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس انعام کے شکر میں اس دن کا روزہ رکھا تھا اس لئے ہم بھی (ان کی پیروی میں) اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام سے ہمارا تعلق تم سے زیادہ ہے اور ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں۔پھر رسول اللہ ﷺ نے خود بھی عاشورہ کا روزہ رکھا اور امت کو بھی اس دن کے روزے کا حکم دیا۔(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

(تشریح) اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ پہنچ کر ہی عاشورہ کے دن روزہ رکھنا شروع فرمایا حالانکہ صحیح بخاری وصحیح مسلم ہی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی صریح روایت موجود ہے کہ قریش مکہ میں قبل از اسلام بھی یوم عاشورہ کے روزے کا رواج تھا اور خود رسول اللہ ﷺ بھی ہجرت سے پہلے مکہ

معظمہ میں یہ روزہ رکھا کرتے تھے پھر جب آپ نے مدینہ ہجرت فرمائی تو یہاں آ کر آپ نے خود بھی یہ روزہ رکھا اور مسلمانوں کو اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ یوم عاشورہ زمانہ جاہلیت میں قریش مکہ کے نزدیک بھی بڑا محترم دن تھا اسی دن خانہ کعبہ پر نیا غلاف ڈالا جاتا تھا اور قریش اس دن روزہ رکھتے تھے قیاس یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام واسماعیل علیہ السلام کی کچھ روایات اس دن کے بارے میں ان تک پہونچی ہوں گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ قریش ملت ابراہیمی کی نسبت سے جو اچھے کام کرتے تھے ان میں آپ ان سے اتفاق اور اشتراک فرماتے تھے اسی بناء پر حج میں بھی شرکت فرماتے تھے پس اپنے اس اصول کی بناء پر آپ قریش کے ساتھ عاشورہ کا روزہ بھی رکھتے تھے، لیکن دوسروں کو اس کا حکم نہیں دیتے تھے پھر جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے اور یہاں کے یہود کو بھی آپ نے عاشورہ کا روزہ رکھتے دیکھا اور ان سے آپ کو یہ معلوم ہوا کہ یہ وہ مبارک تاریخی دن ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اللہ نے نجات عطا فرمائی تھی اور فرعون اور اس کے لشکر کو غرقاب کیا تھا (اور مسند احمد وغیرہ کی روایت کے مطابق اسی یوم عاشورہ کو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر لگی تھی) تو آپ نے اس دن کے روزے کا زیادہ اہتمام فرمایا، اور مسلمانوں کو عمومی حکم دیا کہ وہ بھی اس دن روزہ رکھا کریں بعض احادیث میں ہے کہ آپ نے اس کا ایسا تاکیدی حکم دیا جیسا حکم فرائض اور واجبات کے لئے دیا جاتا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہما اور سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشورہ کی صبح مدینہ کے آس پاس کی ان بستیوں میں جن میں انصار رہتے تھے یہ اطلاع بھجوائی کہ جن لوگوں نے ابھی کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ آج کے دن روزہ رکھیں، اور جنھوں نے کچھ کھا پی لیا ہو وہ بھی دن کے باقی حصے میں کچھ نہ کھائیں پئیں، بلکہ روزہ داروں کی طرح رہیں۔ ان حدیثوں کی بناء پر بہت سے ائمہ نے یہ سمجھا ہے کہ شروع میں عاشورہ کا روزہ واجب تھا، بعد میں جب رمضان مبارک کے روزے فرض ہوئے تو عاشورہ کے روزے کی فرضیت منسوخ ہوگئی اور اس کی حیثیت ایک نفلی روزے کی رہ گئی جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی اوپر گذر چکا ہے کہ "مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس کی برکت سے پہلے ایک سال

کے گناہوں کی صفائی ہوجائے گی‘‘ اور صوم یوم عاشورہ کی فرضیت منسوخ ہوجانے کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی رہا کہ آپ رمضان مبارک کے فرض روزوں کے علاوہ سب سے زیادہ اہتمام نفلی روزوں میں اسی کا کرتے تھے۔

عن ابن عباس قال مارأیت النبی ﷺ یتحری صیام یوم فضله علی غیرہ الاھذا الیوم یوم عاشوراء وھذا الشھر یعنی شھر رمضان (رواہ البخاری ومسلم)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی فضیلت والے دن کے روزے کا بہت زیادہ اہتمام اور فکر کرتے ہوں سوائے اس دن یوم عاشورہ کے اور سوائے اس ماہ مبارک رمضان کے (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہی سمجھا کہ نفلی روزوں میں جس قدر اہتمام آپ یوم عاشورہ کے روزے کا کرتے تھے اتنا کسی دوسرے نفلی روزے کا نہیں کرتے تھے۔

عن عبداللّٰه بن عباس قال حین صیام رسول اللّٰه ﷺیوم عاشوراء وامر بصیامه قالوا یارسول اللّٰه انه یوم یعظمه الیھود والنصاری فقال رسول اللّٰه ﷺفاذا کان العام المقبل ان شاء اللّٰه صمنا الیوم التاسع قال فلم یات العام المقبل حتی توفی رسول اللّٰه ﷺ (رواہ مسلم)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشورہ میں روزہ رکھنے کو اپنا اصول ومعمول بنالیا اور مسلمانوں کو بھی اس کا حکم دیا تو بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اس دن کو تو یہود ونصاری بڑے دن کی حیثیت سے مناتے ہیں (اور یہ گویا ان کا قومی ومذہبی شعار ہے اور خاص اس دن ہمارے روزہ رکھنے سے ان کے ساتھ اشتراک اور تشابہ ہوتا ہے تو کیا اس میں کوئی ایسی تبدیلی ہوسکتی ہے جس کے بعد یہ اشتراک اور تشابہ والی بات باقی نہ رہے؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ ان شاء اللہ جب اگلا سال آئے گا تو ہم نویں کو روزہ رکھیں گے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں لیکن اگلے سال کا ماہ محرم آنے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات واقع ہوگئی (صحیح مسلم)

(تشریح) ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اشکال عرض کرنے پر یہ بات رسول اللہ ﷺ نے وفات شریف سے کچھ ہی پہلے فرمائی، اتنی پہلے کہ اس کے بعد محرم کا مہینہ آیا ہی نہیں، اور اس لئے اس نئے فیصلہ پر عمل درآمد حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں نہیں ہو سکا، لیکن امت کو رہنمائی مل گئی کہ اس طرح کے اشتراک اور تشابہ سے بچنا چاہئے۔ چنانچہ اسی مقصد سے آپ نے یہ طے فرمایا کہ ان شاء اللہ آئندہ سال سے ہم نویں کا روزہ رکھیں گے۔

نویں کو روزہ رکھنے کا آپ ﷺ نے جو فیصلہ فرمایا اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں اور علماء نے دونوں بیان کئے ہیں ایک یہ کہ آئندہ سے ہم بجائے دسویں محرم کے یہ روزہ نویں محرم ہی کو رکھا کریں گے اور دوسرا یہ کہ آئندہ سے ہم دسویں محرم کے ساتھ نویں کا بھی روزہ رکھا کریں گے، اور اس طرح سے ہمارے اور یہود و نصاریٰ کے طرز عمل میں فرق ہو جائے گا اکثر علماء نے اسی دوسرے مطلب کو ترجیح دی ہے اور یہ کہا ہے کہ یوم عاشورہ کے ساتھ اس سے پہلے نویں کا روزہ بھی رکھا جائے اور اگر نویں کو کسی وجہ سے نہ رکھا جا سکے تو اس کے بعد کے دن گیارھویں کو رکھ لیا جائے۔ (معارف الحدیث ج ۴ ص ۱۷۱)

....

ارشاد

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ

کلام ایک وصف ہے ارادہ، قدرت، سمع، بصر اور علم وغیرہ کے علاوہ، کلام کے چند مرتبے ہیں۔

(۱) ما بہ الکلام یعنی مبدأ الکلام (۲) معنی اور مفہوم جو تسویل عبارت فی الذہن سے پیشتر ذہن میں آئے جس کا مرتب ہونا ضروری نہیں (۳) مسئول و مرتب عبارت جو تلفظ سے پیشتر ذہن میں ترتیب دے لی جائے (۴) کلام ملفوظ جو لسان اور صوت وغیرہ سے ادا ہو۔

مرتبہ چہارم کا کلام بالاتفاق حادث ہے کما قیل لفظی بالقرآن حادث یہ کلام وصف باری تعالیٰ نہیں ہے باقی تینوں مرتبوں کا کلام باری تعالیٰ عزاسمہ کی صفت ہے اور قدیم ہے مشہور یہ ہے کہ کلام لفظی کی قدامت کا قول صرف امام احمد بن حنبلؒ کا ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ یہی حق ہے مگر کلام لفظی سے مراد مرتبہ سوم کا کلام ہے؛ روی عن ابی یوسف انہ قال باحثت مع ابی حنیفة ستة اشہر ثم اتفقنا ان الکلام اللفظی قدیم۔

مرسلہ: محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

جمع وترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری قدس سرہ

O فرمایا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک زمانہ میں مطبع مجتبائی میں دس روپے کے مشاہرہ پر کام کرتے تھے جب حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ حضرت اگر آپ مجھے مشورہ دیں تو ملازمت چھوڑ دوں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "مولانا! ابھی تو آپ مشورہ ہی لے رہے ہیں مشورہ دلیل ہے تردد کی اور تردد دلیل ہے خامی کی اور خام کو ترک اسباب نہیں چاہیے"۔ یہ جواب وہی دے سکتا جس کے سامنے حقائق پورے طور سے حاضر ہوں اہل درس اپنے ذہن کو ٹٹول کر دیکھ لیں ان سے ہرگز یہ جواب نہ بن سکے گا اور قیامت تک وہ ایسے مقدمات مرتب نہ کر سکیں گے۔

O فرمایا بعض مشائخ حرام نوکری کے ترک کا اس لئے مشورہ نہیں دیتے کہ بعض اوقات گناہ کفر کا وقایہ ہو جاتا ہے مگر گناہ کو برا سمجھے گناہ کو چھوڑ کر کفر میں مبتلا نہ ہو جاوے۔

O فرمایا سفر حج میں ایک مالدار اور ایک غریب کا عجیب مکالمہ ہوا۔ غریب کو ناداری سے کچھ تکلیف پہنچی اسے دیکھ کر امیر نے کہا ناخواندہ مہمان کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے اور جب تم کو بلایا نہیں گیا تو آئے کیوں، ہمیں دیکھو اللہ میاں نے بلایا ہے تو کس طرح کا آرام پہنچایا ہے۔ غریب نے کہا کہ تم سمجھے نہیں ہم تو گھر کے آدمی ہیں تقریبات میں گھر والوں کی رعایت نہیں ہوا کرتی جیسی براتی مہمان کی ہوتی ہے مگر وہ اجنبی ہوتا ہے اسی لیے اس کی خاطر کی جاتی ہے چنانچہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو جو کہ سب سے زیادہ مقرب ہیں ظاہری ساز و سامان کم ملتا ہے اس لئے ہماری پوچھ کم ہے تمہاری زیادہ ہے۔

O فرمایا جب میں کانپور سے تعلق چھوڑ کر وطن آیا تو میرے ذمہ ڈیڑھ سو روپیہ کے قریب قرضہ تھا میں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت دعا فرماویں کہ قرض اتر جائے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر ارادہ ہو تو دیوبند ایک مدرس کی جگہ خالی ہے وہاں

لکھدوں میں نے عرض کیا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ جب کانپور سے تعلق چھوڑو تو پھر کسی جگہ ملازمت کا تعلق نہ کرنا لیکن اگر آپ فرماویں تو میں کرلوں گا اور یوں خیال کروں گا کہ یہ بھی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہی حکم ہے گویا ایک ہی ذات کے دو حکم ہیں مقدم منسوخ ہے اور مؤخر ناسخ ہے کیونکہ میں آپ کے حکم کو بھی بجائے حضرت کے حکم کے سمجھتا ہوں (کاتب الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ جواب محض علماء ظاہر اپنے دلوں کو ٹٹولیں تو یہی فیصلہ کریں گے کہ ہرگز نہ دے سکتے ۱۲) حضرت مولانا نے فرمایا نہیں نہیں جب حضرت نے ایسا فرمادیا ہے تو ہرگز اس کے خلاف نہ کریں باقی میں دعا کرتا ہوں۔

O فرمایا خوف ہر چند کہ مطلوب ہے مگر اس میں بھی ایک حد ہے یعنی خوف اتنا ہو جو معاصی سے روک دے اسی طرح شوق کی بھی ایک حد ہے اور اس حد کیلئے دو قیدیں بتلائی گئی ہیں اول من غیر ضراء مضرۃ دوسری و لافتنۃ مضلۃ قید اول میں ضرر بدنی مراد ہے یعنی شوق اتنا زائد نہ ہو جس سے ضرر بدنی لاحق ہو جیسے مثلاً غلبہ شوق سے بھوک نہ لگنا جس سے نحیف ہو کر بے کار ہو جائے۔ دوسری قید میں ضرر دینی مراد ہے فتنہ مضلہ اس کا قرینہ ہے اس لئے کہ غلبہ شوق میں بعض اوقات بے تکلفی اور گستاخی پیدا ہو جاتی ہے جیسا بعض مجذوبین سے صدور ہو جاتا ہے سو گستاخی کی حد تک شوق بڑھ جانا ضرر دینی ہے اس لئے یہ قید لگائی پس ہر چیز میں حدود ہونا چاہیے یہ سب مقصود بالغیر میں ہے اور مقصود بالذات میں کوئی حد نہیں جیسے ایمان۔

O فرمایا حضرت نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کی خدمت میں دو شخص مرید ہونے کیلئے آئے آپس میں گفتگو کر رہے تھے ایک نے کہا کہ ہمارے ہاں کا حوض اس حوض سے بہت بڑا ہے حضرت نے سن لیا فرمایا کیا تم نے اپنا حوض ناپا ہے اس نے کہا نہیں فرمایا جاؤ اس کو ناپ کر آؤ چنانچہ مدتوں کا راستہ طے کر کے وہ شخص وہاں گیا اور جا کر حوض ناپا تو ایک بالشت زیادہ نکلا بہت خوش خوش واپس آیا کہ میری بات صحیح نکلی آ کر عرض کیا کہ ناپنے سے ایک بالشت ہمارا حوض اس حوض سے بڑا نکلا۔ حضرت نے فرمایا تم نے تو کہا تھا کہ بہت بڑا ہے ایک بالشت بڑے کو بہت بڑا نہیں کہتے جاؤ میں تم کو مرید نہیں کرتا کیونکہ تمہاری طبیعت میں احتیاط نہیں ہے۔

(الکلام الحسن ص ۶۵)

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

اصلاحی مکاتیب

سالکین کے خطوط اور حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ کے جوابات

حال: جب دوکان سے کچھ اچھے پیسے آ جاتے ہیں تو تمام معمولات میں دل بھی خوب لگتا ہے اور اگر تھوڑے پیسے آتے ہیں تو معمولات میں دل لگنا تو درکنار بلکہ طبیعت میں انقباض اور گھٹن سی محسوس ہوتی ہے اور دل میں مزید تشویش ہوتی ہے اور اپنے آپ پر غصہ بھی آتا ہے۔

ارشاد: یہ طبعی بات ہے اس کا خیال نہ کیا جائے انقباض کے باوجود معمولات پوری طرح ادا کرنے کی کوشش کی جانی ضروری ہے زیادہ غصہ کی بھی ضرورت نہیں بس بے فکری کے ساتھ اپنے معمولات پورے کر لئے۔

حال: بعض وقت دل کو سمجھاتا ہوں کہ تمام کائنات اللہ جل شانہ کی مشیت اور مرضی سے چل رہی ہے اگر اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہیں تو اس کی رضا میں ہمیں بھی راضی رہنا چاہئے۔

ارشاد: اس کی رضا پر راضی رہنا چاہئے مگر حکم شرعی کے خلاف پر نکیر بھی ضروری ہے۔

حال: نماز میں بعض اوقات ایسا ڈوب جاتا ہوں کہ جس سے شک ہو جاتا ہے کہ شاید میری نماز ہوئی بھی ہے یا نہیں۔

ارشاد: شک نہ کریں پھر زیادہ شک ہوگا۔

حال: احقر نے آج کتاب امداد السلوک میں پڑھا ہے کہ سالک کینہ کو سانپ کی شکل میں خواب میں دیکھتا ہے۔ اکثر مجھے خواب میں سانپ نظر آتے ہیں اور کئی دفعہ ان کو ماردیتا ہوں جہاں تک خیال ہے کہ کسی نے ڈسا نہیں اس سے خیال ہوتا ہے کہ مجھ میں کینہ ہے۔

ارشاد: جب تک عمل کینہ کے موافق نہ ہو کچھ خوف نہ کریں۔

حال: اس کا کیسے علاج کروں ارشاد فرماویں۔

ارشاد: جس سے کینہ کا شبہ ہے اس سے احسان کا برتاؤ کیا جائے۔

حال: حقوق العباد ایک بڑی اہم بات ہے اوروں کے معاملات تو درکنار بیوی کے ساتھ کئی

معاملات میں الجھن ہو جاتی ہے۔

ارشاد: چشم پوشی سے ہی کام چلتا ہے دونوں طرف ہی ہونی چاہئے۔

حال: بعض دفعہ بیوی کی زبان سے ایسی بات نکل جاتی ہے کہ میرا دل جل جاتا ہے۔

ارشاد: برداشت ہی اس کا علاج ہے اسی میں خیر اور انجام کار راحت ہے۔

حال: میری کوشش کے باوجود بھی بیوی خوش نہیں رہتی اور زبان سے بھی کہتی کہ میری ساری زندگی مصیبت میں گذری ہے۔

ارشاد: یہ طبعی بات ہے حدیث میں بھی عورتوں کے متعلق ایسا ہی آیا ہے تا کہ مردوں کو برداشت کرنا آسان ہو۔

حال: ان الفاظ سے بڑی کوفت ہوتی ہے آپ براہ کرم یہ ارشاد فرمائیں کہ میں کیسا کروں کہ جس سے دنیا میں سکون والی زندگی گذرے اور آخرت میں بھی امن میں رہوں اور بیوی کے حقوق میں مجھ سے کسی قسم کا مواخذہ نہ ہو جب کوئی بات ہو جاتی ہے تو اس وقت ذہن میں ایسی ایسی باتیں آتی ہیں جن کو میں بیان نہیں کرسکتا علاج فرماویں ازحد آپ کی شفقت اور مہربانی ہوگی۔

ارشاد: یہ دنیا جائے سکون نہیں ہے اس میں سکون تلاش نہیں کرنا چاہئے اسی طرح یہ زندگی گذر جائے آخرت کا سکون اللہ کرے نصیب ہو اپنی کوشش کے بعد بے فکر ہو جانا چاہئے ان شاء اللہ تعالیٰ مواخذہ نہ ہوگا بقدر وسعت ہی انسان مکلّف ہے اپنی وسعت کے موافق حقوق کی ادائیگی کے بعد پھر کیوں فکر کیا جائے باقی ہر حال میں کرتے رہیں یہی علاج ہے جو لکھ دیا ہے اس کو بار بار پڑھتے رہیں آپ کی پریشانی کو دیکھ کر فوری جواب لکھ دیا ہے آج ہی آپ کا خط ملا ہے۔

حال: حضرت تھانویؒ کے "چند نصائح" کے عنوان پر ایک قطعہ تھا اس میں لکھا ہے کہ "بزرگوں کی قبور سے گاہ بگاہ استفادہ حاصل کرلیا کرو" حضرت جی اس استفادہ کے لفظ سے کیا مراد ہے۔

ارشاد: اپنی اپنی استعداد کے مطابق استفادہ ہوتا ہے خواص کو اور طرح اور عوام کو صرف زیارت کا۔

حال: بزرگان دین کی قبر پر کس ارادہ سے جانا چاہئے۔

ارشاد: تذکرہ آخرت کی نیت سے جانا چاہئے۔

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اتباع سنت اور صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ

وخیر امور الدین ما کان سنۃ   وشر الامور المحدثات البدائع

یہ ایک علمی اور تاریخی صداقت ہے کہ جملہ بزرگان دین کا محور عمل صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی تھی۔ وہ تمام اعمال میں آپ ﷺ کی سنت کا اتباع کرتے تھے۔ چونکہ صفائی قلب اور تزکیہ نفس براہ راست تعلیمات نبوی ﷺ کا ثمرہ ہے اور سنت نبوی ﷺ کی پیروی کا صلہ ارشاد خداوندی فاتبعونی یحببکم اللہ میں محبوبیت الٰہی کو قرار دیا گیا ہے اس لئے حضرات صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے سنت نبوی اور طریقہ پیغمبر ﷺ کے اتباع کا اس درجہ اہتمام فرمایا کہ اس آسمان دنیا کے نیچے اس کی کوئی نظیر چشم فلک نے نہیں دیکھی۔ سنت عربی میں راستہ اور طریقہ کو کہتے ہیں یہ ایک دینی اصطلاح ہے جس کا مقصود یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طرز زندگی اور طریقہ عمل کو اپنے اعمال وافعال کا مدار اور مبنیٰ بنالیا جائے اور کوئی فعل وعمل آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے خلاف نہ کیا جائے کیونکہ تمام بھلائیوں کا سرچشمہ اور سب خوبیوں کا مخزن فخر دوعالم ﷺ کی ذات گرامی ہے آپ کی سنت کی اتباع ہی سے دین ودنیا کی بھلائی اور خوبی حاصل ہوسکتی ہے اتباع سنت کے بغیر نہ تو کوئی نجات کا راستہ ہے اور نہ کتاب وسنت کے بغیر کوئی نسخہ شفاء اور روحانی امراض کا علاج ہے اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ صاف وپاکیزہ پانی وہاں سے ملتا ہے جہاں سے چشمہ پھوٹتا ہے سرچشمہ سے دور جاکر پانی اکثر گدلا ہوجاتا ہے اس کا اصلی رنگ وغیرہ قائم نہیں رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرات صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے سنت نبوی ﷺ کی متابعت کو جس طرح مضبوطی سے پکڑا تھا اور ہر عمل میں سنت کی پیروی کی تھی اسی طرح ان کے کاموں پر صدہا بدعات بعد کے متوسلین نے ایجاد کرلیں جو ان بزرگان دین رحمہم اللہ کے مقدس ناموں کی آڑ میں پھل پھول رہی ہیں۔ لہٰذا اب یہ دیکھنا چاہیے کہ خود صوفیائے کرام رحمہم اللہ جو سرچشمہ ہدایت ہیں انہوں نے قولاً وعملاً سنت نبوی ﷺ پر کس درجہ عمل کیا ہے اور کہاں تک اپنے متبعین ومتوسلین کو سنت پر چلنے کی تاکید فرمائی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ غالباً دوسری صدی ہجری کے وسط تک تعلیم کتاب وسنت، تزکیہ باطن، تطہیر نفس، شریعت وطریقت کے دو جداگانہ مدرسے نہ تھے بلکہ حسب تصریح قرآن عزیز تعلیم کتاب وسنت اور تزکیہ نفس دونوں کام ایک ہی جگہ ہوتے تھے اور آج کی طرح خانقاہ جن میں تزکیہ نفس ہوتا ہے اور مدارس جن میں تعلیم کتاب وسنت کا کام ہوتا ہے ان کی جداگانہ اور الگ حیثیت قائم نہ تھی جس طرح اب تقریباً تمام عالم اسلامی کے اندر قائم ہے دارالعلوم دیوبند البتہ ایک ایسی درسگاہ ہے جس نے اس دور میں سلف صالحین کے نقش قدم پر مدارس اور خانقاہ کے امتزاج کو اپنے علمی وعملی نظام میں وہ درجہ دیا ہے جو کتاب وسنت کا مدعا تھا اور جس کی نظیر پیش کرنے سے نہ صرف ہندوستان بلکہ بہت حد تک عالم اسلامی قاصر ہے۔ یہ بات میں اپنے علم کی حد تک کر رہا ہوں ہوسکتا ہے کہ کوئی دوسری درسگاہ بھی ایسی ہی ہو لیکن اگر یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو پھر یہ ایک نا قابل انکار صداقت ہے کہ دارالعلوم دیوبند ایک ایسی درسگاہ یا خانقاہ ہے جس سے ایسی ایسی برگزیدہ شخصیتیں پیدا ہوئیں جو اپنی انفرادیت اور علوم شان سے تنہا ایک جماعت اور مستقل ادارہ ہیں جن کی علمی اور عملی زندگی اور جامعیت نے مدارس اور خانقاہ کی تفریق کو مٹا دیا اور جمع بین الشریعت والطریقت ان کا خاص محمودی وصف بن گیا یہ دارالعلوم کا ہی فیض ہے۔ جس سے نہ صرف ہند و پاکستان کے گوشہ گوشہ اور کونہ کونہ میں بلکہ بعض دوسرے مما لک میں بڑے بڑے جامع اور دینی مدارس قائم ہیں اور ان کے ذریعہ سنت نبوی ﷺ کی ترویج واشاعت کا کام سلف صالحین کے اسوۂ حسنہ کے مطابق انجام پزیر ہو رہا ہے اشاعت سنت دارالعلوم کا امتیازی اور خصوصی شعار ہے یہ مضمون زیر ترتیب ''اتباع سنت'' بھی دارالعلوم کا فیض اور اس اس سے استفادہ اور خوشہ چینی کا نتیجہ ہے۔ بہر حال حضرات صوفیاء کرام رحمہم اللہ جو کہ خاص امت ہیں اتباع سنت کے بارہ میں سب سے پیش پیش ہیں اب ہم چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ چاروں طریقوں کے مشہور اکابر نیز دوسرے اکابرین صوفیاء کرام رحمہم اللہ کے چند ارشادات وواقعات ذیل میں درج کر کے فیصلہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔

(۱) حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے ''اے لوگو تم میں سے جو شخص رسول اللہ ﷺ کی سنت کو ترک کرے گا وہ شفاعت رسول ﷺ سے محروم رہے گا''۔ (تاریخ اجمیر)

(۲) حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''صدق محبت متابعت است'' سچی محبت آنحضرت ﷺ کی پیروی کا نام ہے (فوائد الفوائد)

(۳) حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ ان بزرگوں میں سے تھے جن سے کبھی کوئی کام خلاف سنت ظہور میں نہیں آیا اور نہ ان سے نماز کی جماعت کبھی چھوٹتی تھی (مسالک السالکین) ایک مرتبہ کا قصہ ہے کہ حضرت خواجہ محمود چراغ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مجلس میں تشریف رکھتے تھے یاروں نے دف کے ساتھ سماع اور قوالی شروع کر دی آپ فوراً کھڑے ہو گئے اور مجلس سے کنارہ کش ہو گئے دوستوں نے بیٹھنے پر اصرار کیا فرمایا خلاف سنت ہے ساتھیوں نے کہا کہ آپ سماع سے منکر ہو گئے اور پیر کے طریقہ سے پھر گئے فرمایا یہ حجت اور دلیل نہیں دلیل اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے چاہیے کسی نے یہ بات حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچا دی کہ محمود اس طرح فرماتے ہیں، خواجہ نے فرمایا محمود ٹھیک کہتے ہیں اور حق بات وہی ہے جو وہ کہتے ہیں (تقصار و مسالک)

(۴) حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قرآن وسنت کو اپنا پیشوا بنا لو اور ان پر عمل کرو اور لوگوں کی کہی سنی باتوں سے دھوکہ نہ کھاؤ (فتوح الغیب)

(۵) حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق علامہ شیخ سعد الدین حموی فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی پیروی کا نور ان کی پیشانی سے ظاہر تھا اتباع سنت کا اندازہ ان کی کتاب ''عوارف'' سے کیا جا سکتا ہے مشہور محدث اور شارح بخاری حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کے طریقہ کے پیروکار تھے (تقصار) نیز حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپ ہی کے مرید اور صحبت یافتہ تھے۔

(۶) حضرت شیخ خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ہمارے طریقہ پر آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی کی جائے۔

(۷) حضرت شیخ عبدالخالق بخدوانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فنائے نفس آنکس را مسلم شود کہ روئے براہ حق وکتاب خدا بدست راست وسنت رسول ﷺ بدست چپ ودرمیان ایں دو روشنائی (تقصار) ایسے شخص کا فنائے نفس مسلم ہے جو راہ حق پر چلتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب داہنے

ہاتھ میں اور سنت رسول ﷺ بائیں ہاتھ میں لے کر انہیں دونوں کی روشنی شمع راہ بنا تا ہے۔

(۸) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کا ارشاد ہے کہ: سنت نبوی ﷺ کی پیروی میں دوپہر کو سو رہنا ان کروڑ ہا کروڑ راتوں کے بیدار رہنے سے جو متابعت نبوی کے مطابق نہ ہو بہتر اور افضل ہے اسی طرح شریعت کے مطابق پہلی شوال عید کے دن روزہ نہ رکھنا سال بھر برابر بغیر حکم شریعت روزہ رکھنے سے بہتر ہے (مکتوبات)

(۹) حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ وصیت فرماتے ہیں: در جمیع اصول عمل سنت رابا ید، ہر حالت میں عمل سنت پر کرنا چاہیے۔

(۱۰) حضرت ابوسعید بن ابی الخیر رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص آیا اور مسجد میں پہلے (خلاف سنت) بایاں پیر رکھا آپ نے فرمایا پلٹ جا میں اس سے ملنا نہیں چاہتا جو دوست کے گھر میں جانے کا طریقہ نہیں جانتا۔

(۱۱) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: پاخانہ پیشاب اور ہر کام کے اندر سنت طریقہ کی رعایت کرنا مسافر خانہ اور مدرسہ تعمیر کرنے سے بہتر ہے اس لئے کہ سالک آداب سنت کی رعایت سے مقام قرب تک پہنچتا ہے اور اس کے ترک کرنے سے نیچے گرتا ہے۔(تقصار)

(۱۲) حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ دربار خداوندی میں سوال کرتے ہیں اے خدا! مجھ کو کیا کرنا چاہیے حکم ہوا ہمارے دوست محمد رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کے سوا تو اپنی خودی سے نجات نہیں پا سکتا اس لئے اپنی آنکھوں میں آپ ﷺ کی خاک پا کو سرمہ بنا کر ڈال اور انہیں کی پیروی میں ثابت قدم رہ (تذکرۃ الاولیاء)

(۱۳) انہی بایزید رحمہ اللہ کا واقعہ ہے کہ ایک بزرگ کی ملاقات کیلئے تشریف لے گئے ان بزرگ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا آپ واپس آئے اور فرمایا اگر یہ شخص ذرہ بھر بھی طریقت جانتا تو شریعت کے خلاف عمل نہ کرتا۔

(۱۴) حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ مرض الموت میں مبتلاء تھے نزاع کا وقت تھا گویائی کی قوت جواب دے چکی تھی ایک خادم وضو کرا رہا تھا داڑھی میں خلال کرانا بھول گیا حضرت شبلی نے خادم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر خلال کرایا تا کہ سنت رسول ﷺ کا کوئی جزو فروگزاشت نہ

ہونے پائے۔ سبحان اللہ! یہ ہے اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیٰ صاحبہا۔

(۱۵) حضرت ابو محمد سہل بن عبد اللہ تستری رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصوف کے اصول کس جامعیت سے بیان فرمائے ہیں: اصولنا سبعة اشياء التمسك بكتاب الله و الاقتداء بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم و اكل الحلال و كف الاذى و اجتناب المعاصى و التوبة و اداء الحقوق (التاج المكلل) تصوف میں ہمارے یہاں سات چیزیں اصولی ہیں (۱) اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑنا (۲) رسول اللہ کی سنت پر چلنا (۳) حلال کھانا (۴) کسی کو تکلیف نہ دینا (۵) گناہوں سے بچنا (۶) توبہ کرتے رہنا (۷) حقوق واجبہ کو ادا کرتے رہنا۔

(۱۶) حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب تک ایک ہاتھ میں خدا کی کتاب اور دوسرے میں محمد ﷺ کی سنت کو نہ پکڑلو تصوف کے راستہ پر نہ چلو اگر ایسا نہ کیا تو شبہات کے گڑھے میں گروگے بدعت کی تاریکی میں ضرور مبتلا ہو جاؤگے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

(۱۷) قطب عالم حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی کا ارشاد ہے: صفائے باطن راہ نجات آں جہاں مارا جز شرع محبت نیست، تزکیہ باطن اور نجات اخروی کیلئے آج ہمارے پاس سوائے اتباع شریعت کے اور کوئی چارہ نہیں (مکتوب نمبر ۲۷۸)

مذکورہ بالا واقعات اور شہادات اکابر طریقت رحمہم اللہ تعالیٰ کی روشنی میں یہ بات کافی طور پر پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ تمام خوبیوں کا سرچشمہ حضور اکرم ﷺ کی اطاعت اور اتباع سنت ہے اور اصلی فقیری اور سچی درویشی آنحضرت ﷺ کے نقش قدم پر چلنے والوں ہی کی پیروی میں مل سکتی ہے۔

(۱۸) حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت فاتبعونى يحببكم الله کا مفہوم عجیب وغریب اور عارفانہ بیان کیا ہے جو جان محبت اور روح طریقت ہے ارشاد ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھ میں اس قدر محبوبیت کی شان ہے جو میری چال چلتا ہے (یعنی سنت کی پیروی کرتا ہے) وہ بھی اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے۔

اے اللہ! تمام اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ جو آپ کے محبوب محمد ﷺ کی سنت پر چل کر آپ کے سچے محبوب بن چکے ہیں ان سب کے طفیل اس ناکارہ عاجز کو بھی اپنے محبوب آنحضرت ﷺ کی سنت پر چلنے کی توفیق عنایت فرما کر اپنا محبوب بنالے، آمین ثم آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی

احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا منہج

تحقیقی جائزہ (قسط ۱۰)

اذان کی مشروعیت

سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵۸ واذاناديتم الى الصلوة اتخذوها هزوا ولعبا کے تحت علامہ جصاص کے حوالے سے فرماتے ہیں:

۱۔ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اذان کی مشروعیت نماز کیلئے ہے لوگوں کو اس کے ذریعے نماز کی طرف بلایا جاتا ہے۔جیسا کہ سورۂ جمعہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اذانودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعواالی ذکراللّٰہ و ذرواالبیع۔

جمعہ کے دن جب نماز کیلئے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف سعی کرو اور خرید وفروخت ترک کردو۔

عمر بن مرۃ ،عبدالرحمان بن ابی لیلی سے اور وہ معاذ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ:

لوگ نماز کیلئے اس وقت میں جمع ہوتے تھے جس کو وہ پہچانتے تھے بعض بعض کو اطلاع دیتا حتی کہ ناقوس بجایا گیا یا بجائے جانے کے قریب تھا کہ حضرت عبداللہ بن زید انصاری آئے اور اذان کا ذکر کیا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے بھی وہی شخص خواب میں نظر آیا جو کہ ان کو خواب میں نظر آیا لیکن وہ مجھ سے سبقت لے گیا، پس اس بات میں اختلاف نہیں ہوا کہ اذان ہجرت سے پہلے مسنون نہیں تھی بلکہ ہجرت کے بعد مسنون ہوئی۔

اذان کا ہر نماز کیلئے مسنون ہونا

۲۔ اذان ہر فرض نماز کیلئے مسنون ہے ، نماز پڑھنے والا خواہ منفرد ہو یا جماعت سے نماز ادا کر رہا ہو،البتہ اصحاب احناف نے فرمایا کہ مقیم منفرد کیلئے بغیر اذان کے نماز ادا کرنا جائز ہے

کیونکہ لوگوں کی اذان اس کیلئے نداء ہے اور یہ کافی ہے جبکہ مسافر اذان وا قامت کہے البتہ اگر مسافر نے اقامت پر اکتفا کیا اور اذان نہ کہی تو جائز ہے اور بغیر اذان وا قامت کے نماز ادا کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہاں اس کیلئے کوئی اذان نہیں ہوئی جو اس کیلئے نداء شمار ہوتی ۔

رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ :

جس نے زمین پر اذان وا قامت کے ساتھ نماز ادا کی اس کے پیچھے فرشتوں کی ایسی صف نماز ادا کرتی ہے جس کے کنارے نظر نہیں آتے ، یہ روایت اس پر دلالت کررہی ہے کہ منفرد کی نماز میں اذان سنت ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ جب تم سفر میں ہوتو اذان اور اقامت کہو۔

شریعت کا استہزاء کرنے والے کا حکم

حضرت مفتی صاحب علامہ جلال الدین سیوطی کی تالیف الاکلیل فی استنباط التنزیل کے حوالے سے فرماتے ہیں:

اذان وا قامت کے بارے کتب فقہ میں اختلاف ہوا ہے اور یہ آیت اذان وا قامت کے بارے میں اصل ہے اور شریعت کی کسی چیز کے استہزاء کرنے والے کی تکفیر کے بارے بھی اصل ہے۔

کیا نبی کریم ﷺ نے بذات خود کبھی اذان کہی

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ درمختار کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ :

الاخیار میں مذکور ہے کہ آپ نے سفر میں بذات خود اذان وا قامت کہی اور ظہر کی نماز ادا فرمائی اور علامہ ابن حجر کے حوالہ سے شرح بخاری میں ہے کہ جس بات کے بارے لوگوں کی طرف سے اکثر سوال کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ کیا نبی کریم ﷺ نے کبھی بذات خود اذان کہی حالانکہ امام ترمذی نے ایک روایت بیان فرمائی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے سفر میں اذان دی اور اپنے صحابہ کے ساتھ نماز ادا فرمائی ، اس پر علامہ نووی نے جزم کا اظہار فرمایا اور اس کو قوی کہا ہے لیکن مسند امام احمد میں ہے کہ :

آپ ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی۔

اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ ترمذی کی روایت میں اختصار ہے اور اس قول کا مطلب

ایسے ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ نے فلاں عالم کو اتنا اتنا عطا کیا حالانکہ عطا کرنے میں دوسرا شخص یعنی خادم وغیرہ شامل تھے۔

نماز

قوله تعالٰی :انما ولیکم اللّٰہ ورسوله والذین آمنوا الذین یقیمون الصلٰوۃ ویؤتون الزکٰوۃ وھم راکعون ۔

المسئلة الثانیة:اباحة العمل الیسیرفی الصلٰوۃ

اعلم ان الذین یقولون المراد من قوله :"ویؤتون الزکٰوۃ وھم راکعون"ھم انھم یؤتون الزکٰوۃ حال کونھم راکعین ۔

احتجوابالآیة علٰی ان العمل القلیل لایقطع الصلوۃ فانه دفع الزکٰوۃ الی السائل وھوفی الصلٰوۃ ولا شك انه نوی ایتاء الزکٰوۃ وھو فی الصلٰوۃ فدل ذٰلك علٰی ان ھذہ الاعمال لایقطع الصلوۃ۔

قال الجصاص :فان کان المراد فعل الصدقة فی حال الرکوع فانه یدل علی اباحة العمل الیسیر فی الصلٰوۃ وقد روی عن النبی ﷺ اخبار فی اباحة العمل الیسیر فیھا فمنھا :انه خلع نعلیه فی الصلٰوۃ، ومنھا :انه مس لحیته وانه اشار بیدہ ،ومنھا :حدیث ابن عباس انه قام علی یسار النبی ﷺ فاخذ بذوابته وادارہ الی یمینه ومنھا : انه کان یصلی وھو حامل امامة بنت ابی العاص بن الربیع فاذاسجد وضعھا واذارفع رأسه حملھا فدلالة الآیة ظاھرۃ فی اباحة الصدقة فی الصلٰوۃ لانه ان کان المراد لرکوع فکان تقدیرہ الذین یتصدقون فی حال الرکوع فقددلت علٰی اباحة الصدقة فی ھذہ الحال وان کان المراد وھم یصلون فقد دلت علٰی اباحتھا فی سائر احوال الصلٰوۃ فکیفما تصرفت الحال فالآیة دالة علی اباحة الصدقة فی الصلٰوۃ۔

نماز میں عمل قلیل کا حکم

سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵۵ الذین یقیمون الصلٰوۃ ویؤتون الزکٰوۃ وھم راکعون

وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں جبکہ وہ رکوع کی حالت میں ہوتے ہیں۔

انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا کہ عمل قلیل نماز کو قطع نہیں کرتا اور وہ عمل قلیل نماز کی حالت میں سائل کو زکوٰۃ دینا ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس نے نماز کی حالت میں زکوٰۃ دینے کی نیت کی، جس سے اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ یہ عمل قلیل نماز کو قطع نہیں کرتا۔

علامہ جصاص فرماتے ہیں کہ:

رکوع کی حالت میں صدقہ کا فعل نماز میں عمل قلیل کی اباحت پر دلالت کرتا ہے اور نبی کریم ﷺ کی بہت سی روایات سے نماز میں عمل قلیل کی اباحت مروی ہے، ان اعمال میں سے آپ ﷺ کا جماعت کی نماز میں جوتے اتارنا، آپ ﷺ کا اپنی داڑھی مبارک کو چھونا اور نماز میں اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمانا اور حضرت عبداللہ بن عباس کا آپ ﷺ کے بائیں جانب کھڑا ہونا اور آپ ﷺ کا ان کے گیسوؤں سے پکڑنا اور گھما کر اپنے دائیں جانب کھڑا کر دینا اور ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں نماز ادا فرمائی کہ امامہ بنت ابی العاص بن الربیع کو اٹھائے ہوئے تھے جب سجدہ کرتے تو اس کو اتار دیتے اور جب سر اٹھاتے تو اس بچی کو اٹھا لیتے۔

روزہ

قولہ تعالٰی : فاستبقوا الخیرات۔

قال القرطبی : وھذا یدل علٰی ان تقدیم الواجبات افضل من تاخیرھا وذلك لااختلاف فیہ فی العبادات کلھا الافی الصلوٰۃ فی اول الوقت فان اباحنیفۃ یری ان الاولٰی تاخیرھا وعموم الآیۃ دلیل علیہ وفیہ علٰی ان الصوم فی السفر اولٰی من الفطر۔

وقال الجصاص : وھذا یحتج بہ فی ان تعجیل الطاعات افضل من تاخیرھا مالم تقم الدلالۃ علٰی افضلیۃ التاخیر نحو تعجیل الصلوات فی اول اوقاتھا (الاماقام الدلیل علٰی افضلیۃ التاخیرفیھا کالاسفار فی الفجر وتاخیر العشاء الٰی قبیل ثلث اللیل والابراد بالظھر فی الحر مثلا)وتعجیل الزکوٰۃ

والحج وسائر الفروض بعد حضور وقتها ووجود سببها

مسئلة

وهذا يدل علی ان تقديم الواجبات افضل من تاخيرها نحو قضاء رمضان والحج والزكوة وسائر الواجبات من الخيرات ـ

مسئلة

وفی ذلك دليل علی ان الصوم فی السفر افضل من الافطار لانه من لخيرات وقد امر الله تعالی بالمبادرة بالخيرات۔

سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۴۸ فاستبقوا الخیرات کے تحت علامہ جصاص کے حوالہ سے یہ مسئلہ مستنبط فرمایا کہ:

اس آیت میں ایک مسئلہ کی دلیل ہے کہ سفر میں روزہ افطار سے افضل ہے کیونکہ روزہ بھی خیرات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے خیرات میں مبادرت کا حکم دیا ہے۔

حج

قوله تعالی :الا ما يتلی عليكم غير محلی الصيد وانتم حرم

مسئلة

انه تعالی لما احل بهيمة الانعام ذكر الفرق بين صيدها وغير صيدها فعرفنا ان ما كان منها صيدا فانه حلال فی الاحلال دون الحرام ومالم يكن صيدا فانه حلال فی جميعا ـ

سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱ /الا ما يتلی عليكم غير محلی الصيد وانتم حرم کے تحت یہ مسئلہ بیان فرماتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے جب بہیمۃ الانعام یعنی جانوروں میں سے چوپایوں کی حلت ذکر فرمائی تو حالت احرام میں ان کے شکار اور غیر شکار ہونے کی صورت کے فرق کو بھی بیان فرمایا؛ پس معلوم ہوا کہ ان جانوروں میں سے جو شکار ہے وہ احرام سے نکلنے کی صورت میں حلال ہوا اور جو شکار نہیں ہے وہ تمام حالتوں میں حلال ہے۔

زکوٰۃ

قولہ تعالیٰ :وھوالذی انشاء جنٰت معروشات وغیرمعروشات والنخل والزرع مختلفا اکلہ وزیتون والرمان متشابھا وغیر متشابہ کلوامن ثمرہ اذا اثمر وآتوا حقہ یوم حصادہ۔

بیان زکٰوۃ الزروع والثمرات

قال فی التفسیرات الاحمدیۃ : ان اللّٰہ تعالٰی امتن علینا بھذہ الاشیاء المذکورۃ ثم اوجب الزکٰوۃ فیھا حیث قال :"کلوامن ثمرہ اذا اثمروا تواحقہ یوم حصادہ "فالضمیر فی "ثمرہ "و"حقہ"و"حصادہ"راجع الٰی کل واحد (وبدأبذکرنعمۃ الاکل قبل الامر بایتاء الحق لیبین ان الابتداء بالنعمۃ کان من فضلہ قبل التکلیف)

سورۂ انعام کی آیت نمبر۱۴۱ وھوالذی انشأ جنٰت معروشات وغیر معروشات والنخل والزرع مختلفا اکلہ وزیتون والرمان متشابھا وغیر متشابہ کلوامن ثمرہ اذا اثمر وآتوا حقہ یوم حصادہ کے تحت تفسیرات احمدیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں :کہ اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کا ہم پراحسان جتلایا پھران میں زکوٰۃ واجب فرمائی،ارشادباری تعالیٰ ہے:

کلوامن ثمرہ اذا اثمر وآتوا حقہ یوم حصادہ ۔

جب پھل آئے تواس کے پھل کھاؤاور کٹائی کے دن اس کا حق دو۔

پس ثمرہ میں ضمیر ہرایک کی طرف لوٹ رہی ہے۔

حق اداکرنے کے حکم سے پہلے کھانے کی نعمت کے ذکرسے ابتداء کی تاکہ یہ واضح ہوجائے کہ تکلیف سے قبل نعمت سے ابتداء کرنا اس اللہ کا فضل ہے یعنی پہلے نعمت کا ذکرفرمایا اوریہ فضل خداوندی کی طرف اشارہ ہے پھراس نعمت کے شکریہ کے طورپر زکوٰۃ وعشر کی صورت میں حق کی ادائیگی کا مکلّف بنایا۔

(جاری ہے)

یادرفتگاں حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب شورکوٹ

مسلک اعتدال کا رقیبِ عتید

اس ذات کریم کا احسان عظیم ہے جس نے عالم کو علماء وصلحاء کے وجود سے مزین کیا اور ان کو خلق کی ہدایت وراہنمائی کیلئے مقرر فرمایا اور بعض کو اس مرتبہ کیلئے خاص طور سے چنا اور خاص ماحول عطا کر کے خصوصی تربیت فرمائی کہ ان کا طریق یہی ہے کہ جب کسی سے عظیم کام لینا چاہتے ہیں تو ان کی تربیت کیلئے خاص حالات اور خاص ماحول پیدا فرمادیتے ہیں جن سے ودیعت کردہ صلاحیتوں میں نکھار آتا ہے تا آنکہ خُلقِ عظیم حاصل کر کے خَلق کو خالق کی طرف دعوت دیتا ہے اس پر بعض اس داعی کے موافق اور بعض مخالف ہو جاتے ہیں از آفرینش یہ دستور جہاں ہے لیکن اس زمانہ کا ہر شخص اس کی عظمت اخلاق، بلندیٔ نظر کا قائل ہوتا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام شیر خوارگی کے زمانہ میں بے آب وگیاہ بیابان میں البیت المحرم کے عین قرب میں جو خاص ملائکہ کا مستقر اور ماحول تھا اس میں لا بسایا تاکہ ابتداء ہی سے فطرت کا قریب سے مشاہدہ کریں اور اصحاب فطرت کی معیت میں اوقات گزار کر نشونما پاتے ہوئے خالق فطرت کی شناسائی حاصل کر کے آشنائی کی آخری سرحدوں تک جائیں اور تسلیم وتسلم ان کی فطرت وطبیعت بن جائے اور اس کا نتیجہ فافعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین کے معانی ومعارف سے پرقول سے ظاہر ہوا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ کیلئے حالات پیدا فرمائے اس زمانہ میں جب اکتساب وانتقاش کی صلاحیتیں بھرپور تھیں کہ جو مشاہدہ ہو صاف لوح پر نقش وکندہ ہو جائے خانقاہ تھانہ بھون میں لا بسایا جہاں ایسی قدسی شخصیات کا بسیرا رہا جن کی عبادت وریاضت اور ملکوتی صفات پر خود ملائکہ رشک کناں اور منفعل رہے ان کے ذکر وفکر اور آہِ سحر گاہی کے آثار باقی تھے کہ آسمانِ معرفت کے سراج منیر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے محبت ومعرفت خداوندی کی دکان سجائی اس عظیم سودا کو حاصل کرنے کیلئے اطراف عالم سے چنیدہ دیوانگان محبت ومعرفت جمع ہوئے۔ اجتماع مردان حق کے عروج کے زمانہ میں حضرت مخدومنا اپنی جودت طبعی اور فطرت سلیمہ سمیت موجود رہ کر

یقین ،توکل ،استغناء ،سچائی اور حمیت دینیہ کو اپنے قلب صافی پر لکھ کر ان کا پیکر بن گئے ۔جس نے بھی آپ کی ہمنشینی اختیار کی ہے اس نے آپ سے ان صفات کو عیاں پایا۔ آپ میں صدیقیت کی شان غالب تھی جس کو آپ حق سمجھتے اظہار حق کی جمیع حدود کی رعایت کرتے ہوئے اس کو ظاہر فرما دیتے تبصرہ وملامت خلق سے مستغنی ہوجاتے۔

آپ مسلک اعتدال (مسلک علماء دیوبند) کے رقیب عتید تھے فی زمانا بعض سربرآوردہ علماء ایسے مسائل سے جو اسلاف علماء دیوبند کے ہاں مشخص اور متعین تھے ان پر نقد وتبصرہ ان کے بارے میں سوال وجواب اپنی وسعت نگاہ اور عظمت کے خلاف سمجھنے لگے حضرت ہر شئے سے بے نیاز ہوکر ان کو دلائل سے واضح فرماتے رہے واقعہ یہ ہے کہ حضرت کی نگاہ بہت دقیق اور تیز تھی آپ اپنی فراست مومنانہ کے سبب اس امر سے خوب آگاہ تھے کہ اگر ان مسائل کو دلائل سے واضح نہ کیا گیا تو مسلک اعتدال کی حدود مکمل ختم اور مٹ جائیں گی ۔اعتدال اور اعتزال کے مابین امتیاز مشکل ہوجائے گا بلکہ آئندہ اعتزال اعتدال کا روپ دھار کر اہل حق کے دروازوں پر دستک دیگا جیسے مدارس میں ان مسائل سے لاپرواہی وعدم تعرض کے نتیجہ میں ہمارے ہی مدارس سے بعض فارغ التحصیل سلف کی تحقیق پر اعتماد سے عاری ہیں گرچہ وہ قلیل ہیں لیکن اگر علماء نے حضرت اقدس کی صاف اور شفاف راہ کو نہ اپنایا اور اسی طرح اردگرد کے ماحول سے آنکھیں بند رکھیں تو فتنۂ خارجیت اور عدم تقلید اور فتنۂ اعتزال عریاں ہوکر ہمارے سامنے رقصاں ہوگا اور ہم کچھ نہ کرسکیں گے اللھم انا نعوذبك من الفتن ما ظهر منها ومابطن۔

تعجب خیز امر یہ ہے کہ ہمارے بعض علماء اس کو راجح اور مرجوح کا اختلاف قرار دے رہے ہیں جبکہ فریق مخالف اپنے مزعومات اور معتقدات پر نصوص قطعیہ سے استدلال کا مدعی ہے اور ان کے منکر کو کافر قرار دے رہا ہے اور اس کو راجح اور مرجوح کا اختلاف کیسے بنایا جاسکتا ہے جبکہ یہ مسائل اعتقادیہ ہیں فرعیہ عقلیہ نہیں گرچہ مسائل ضروریہ بدیہیہ نہیں ہیں لیکن ان میں سے بعض مسائل بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں ۔اگر ان پر بحث اور وضاحت وسعت ظرفی کے خلاف بھی ہے تو پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جابجا ابواب قائم فرما کر معتزلہ مرجئہ وغیرہ پر رد کیوں کیا جبکہ حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اصل غرض احادیث صحیح کو جمع کرنا تھا۔

آپ کا ہر عمل صاف شفاف اور سچائی پر مبنی تھا سیاست میں حصہ لیتے ہوئے بھی صداقت کے دامن کو تھامے رکھا جبکہ آج کل کی سیاست میں حصہ دار بن کر قائم رہنا مشکل امر ہے آپ نے جس کی بھی حمایت کی دنیاوی مفاد سے بالاتر ہو کر فرمائی آپ چاہتے تو ان سے کئی ذاتی فوائد حاصل کر سکتے تھے لیکن آپ اس سے مکمل محترز اور دور رہے طمع، مفاد پرستی کو بالکل قریب نہیں آنے دیا بقول کسے۔

آگے کسی کے کیا کریں دست طمع دراز وہ ہاتھ سو گیا سرہانے دھرے دھرے

بنابریں سب موافق ومخالف آپ کی دیانت وعظمت پر متفق تھے۔

تزکیہ وتربیت

اللہ تعالیٰ کا ایسا خوف جو خلوت وجلوت میں نافرمانی سے روکے آپ کے حقوق کی مکمل ادائیگی پر آمادہ کرے گناہ ہو جائے تو جب تک توبہ اور استغفار کے پانی سے دھو نہ ڈالے اسے چین نہ آئے دل یقین وایمان کی کیفیات سے معمور ہو کر ماسوائے اللہ کی محبت کو فنا کر دے تواضع، استغناء، توکل اور اللہ تعالیٰ کا ہر لحظہ استحضار اور دیگر اخلاق کریمہ سے اتصاف اور رزائل سے صفائی تب حاصل ہو سکتی ہے جب ان کیفیات سے متصف شخص کے پاس بیٹھا جائے ایسے اشخاص کے پاس طلب کی نیت سے عقیدت کے ساتھ بیٹھنے سے علم اور ایمان عقل ونظر سے بڑھ کر قلب تک پہنچ کر مشاہدہ واطمینان کی صورت اختیار کر لیتا ہے پہلے درجہ کا ایمان وعلم مشکک کی تشکیک سے زائل ہو جاتا ہے جب وہ اگلے درجہ میں آتا ہے تو اطمینان سے متصف ہو کر اس کا زوال ناممکن ہو جاتا ہے اس کا انتقال الفاظ سے نہیں بلکہ سینہ بسینہ ہوتا ہے اور یہ فطرتی تقاضا ہے جو ہر سلیم الفطرت میں موجود ہوتا ہے بعض عوارض داخلیہ یا عوارض خارجیہ کی وجہ سے اس کو حاصل نہ کر سکے لیکن یہ خلش ضرور رہے گی بنابریں حضرت ابراہیم علیہ السلام ولکن لیطمئن قلبی کے طلبگار ہوئے۔

وقت کے عظیم مؤرخ وعالم سید سلیمان ندوی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں نظر آتے ہیں حضرت قاسم العلوم والخیر محمد قاسم نانوتوی اور فقیہ النفس حضرت رشید احمد گنگوہی رحمہم اللہ بڑے علوم کے حامل ہونے کے باوجود حضرت حاجی امداد اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے تربیہ وتزکیہ کے طلبگار ہوئے، اسی طرح حضرت مخدومنا المکرّم رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن کے زمانہ میں

وقت کے عظیم مفسر وعارف باللہ کی صحبت ونگاہ نصیب ہوئی اور ذوق طلب جاناں خوگر ہوئے اور اس کی طلب میں عمر صرف کردی ایسے کہ مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اور عارف باللہ حضرت مفتی ظفر احمد عثمانی سے سلوک کے منازل طے کئے اور اخلاص ،تواضع، زہد اور ورع کا نمونہ بنے آفت شہرت سے گریزاں ایک چھوٹے سے قصبہ میں علمی مشغولیت اور خاص وعام کی فیض رسانی میں مصروف رہے اور امت کیلئے علمی ورثہ چھوڑا جس سے تشنگان علوم علمی پیاس بجھاتے رہیں گے۔آپ کی اہم تصانیف میں ہدایۃ الحیران ہے جس میں وقیع علمی تبصرہ فرمایا ہے جس سے صاحب علم ہی نفع حاصل کرسکتا ہے دلائل سے مزین گرفت کرتے ہوئے انصاف اور وقار سے برطرف نہیں ہوئے اور ولا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلو ۔اعدلو ھوا قرب للتقوی پر عمل پیرا رہے۔

آپ میں استنباط واستخراج کا وافر ملکہ تھا لیکن اس کے باوصف سلف کی تحقیق ہی کو حرف آخر قرار دیتے آپ کے بقول کہ اسلم راہ یہی ہے ایک ملاقات میں بندہ کو ایسے احکامات بتائے جو آپ نے مستنبط فرمائے تھے لیکن اس وقت تک آپ کو اطمینان نہ ہوا جب تک وہ سلف سے منقول نہ ملے۔

آپ کی زندگی میں زہد موجود تھا مکان، لباس، خوراک اور مدرسہ سب سے زہد کے آثار نمایاں تھے آپ کے ہر عمل سے دنیا سے بے رغبتی جھلکتی تھی بقول کسے۔

دو نان خشک گر از گندم است یا ز جو   سہ تائے جامہ گر از کہنہ است یا ز نو
ہزار بار نکوتر بہ نزد دانیاں   ز کر و فر ملک کیقباد و کیخسرو

اس کے باوصف آپ کے اردگرد بڑے بڑے جاگیردار تھے لیکن کبھی ان کی دنیاداری اور جہاں داری سے متاثر اور منفعل نہ ہوئے مدرسہ کی ضروریات اور کوئی اپنی حاجت ان کے سامنے نہ رکھی بلکہ وہ آپ کے پاس بصد احترام حاضر ہوتے علاقہ بھر میں موافق ومخالف ہر ایک آپ پر اعتماد کرتا اور آپ کو بہت ہی محبوبیت حاصل تھی اس کی دلیل آپ کا عظیم الشان جنازہ تھا ایسے چھوٹے قصبے میں اتنا بڑا جنازہ بندہ نے نہیں دیکھا ہمارے لیے آپ علم وکردار چھوڑ گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان راہوں پر چلائے (آمین)

حافظ ابوعمیر اکبر شاہ صاحب بخاری

بیانات

جانشین فقیہ العصر فخر اسلاف حضرت مولانا مفتی سید عبد القدوس ترمذی مدظلہم

بمقام: ڈیرہ غازیخان، جامپور، فاضل پور، شکارپور، راجن پور

مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے مرکزی مبلغ وفاق المدارس پاکستان کی مجلس شوری کے رکن اور جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا کے مہتمم جانشین فقیہ العصر فخر اسلاف حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہ نے یکم دسمبر ۲۰۰۸ء تا ۶ دسمبر ڈیرہ ڈویژن کا تبلیغی واصلاحی دورہ فرمایا اور متعدد مقامات پر مفتی صاحب کے اصلاحی بیانات ہوئے جو بڑے کامیاب رہے۔

آپ یکم دسمبر بروز سوموار شکارپور، راجن پور پہنچے جہاں جامع مسجد میں آپ کا بعد نماز عشاء اصلاحی بیان ہوا جس میں اچھی خاصی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی، ۲ دسمبر بروز منگل کو آپ جامپور تشریف لائے اور مرکز مجلس صیانۃ المسلمین جامع مسجد عثمانیہ مدرسہ اشرفیہ احتشام العلوم میں حج وقربانی کے موضوع پر زبردست علمی بیان ہوا، آپ سے پہلے ڈیرہ غازی خان ڈویژن وفاق المدارس کے مسئول اور جامعہ قاسمیہ ڈیرہ غازی خان کے مہتمم فاضل ذیشان حضرت مولانا مفتی خالد محمود صاحب مدظلہ کا بیان ہوا جو انتہائی اصلاحی موضوع اصلاح معاشرہ پر ہوا جو بہت مفید ونافع تھا، ۳ دسمبر بروز بدھ بعد نماز فجر مرکزی محمدی جامع مسجد جامپور میں حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہ کا بہت ہی اعلی واصلاحی درس قرآن ہوا، جس میں بڑی تعداد میں عوام وخواص علماء وطلباء نے شرکت کی، ماشاءاللہ یہ اصلاحی درس بہت کامیاب رہا، ۳ دسمبر ہی کو ۱۱ بجے دن جامعہ مدرسہ امہات المؤمنین جامپور میں طالبات سے آپ نے خطاب کیا جس میں طالبات کے علاوہ بہت سی دیگر خواتین نے شرکت کی، مرد حضرات کے لئے بھی علیحدہ انتظام تھا، یہ بھی بڑا کامیاب درس تھا، ۳ دسمبر ہی کی شام بعد نماز عشاء فاضل پور میں ایک جلسہ عام میں آپ کا خطاب ہوا، ۴ دسمبر بروز جمعرات جامعہ ابی بکر جامپور میں مولانا ابوبکر عبداللہ صدر مجلس صیانۃ المسلمین کی دعوت پر تشریف لے گئے جہاں اساتذہ وطلباء میں آپ کا بیان ہوا پھر اسی شام

بعد نماز مغرب حضرت مولانا رشید احمد شاہ جمالی مدظلہ کی دعوت پر ان کے مدرسہ جامعہ صدیق اکبر ڈیرہ غازی خان میں آپ نے اصلاحی بیان فرمایا، اس میں بھی عوام وخواص نے بڑی تعداد میں شرکت کی اور آپ کے درس سے استفادہ کیا۔ ۵/دسمبر بروز جمعہ ڈیرہ غازی خان شہر کی جامع مسجد بیارے والی میں آپ نے خطبہ جمعہ دیا، نماز جمعہ سے قبل آپ نے علمی واصلاحی خطاب کیا جس میں بڑی تعداد میں عوام نے شرکت کی ۵/دسمبر ہی کی شام بعد نماز مغرب مرکز مجلس صیانۃ المسلمین جامع مسجد الرحمٰن ایم بلاک ڈیرہ غازی خان میں آپ کا اصلاحی بیان ہوا جو ماشاءاللہ نہایت مفید ونافع تھا۔ ۶/دسمبر کو آپ نے کالا کالونی میں اصلاحی بیان فرمایا یہ بھی بہت کامیاب پروگرام رہا۔

الحمدللہ آپ کا یہ چھ روزہ تبلیغی واصلاحی پروگرام نہایت کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا، ہزاروں افراد نے ان پروگراموں میں آپ کے اصلاحی بیانات سے فائدہ اٹھایا۔

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کے ان تمام بیانات کو قبول فرمائیں اور عوام وخواص کے لئے اصلاح ونجات کے ذریعہ بنادے آمین، حق تعالیٰ آپ کی عمر میں اور علم وعمل میں برکت عطا فرماویں اور ان کی دینی خدمات کو دیر تک جاری وساری رکھیں اور اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازیں آمین۔

....

ارشاد

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ

حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا تحقیق یہی ہے کہ دوسری کتب سماویہ کے مفہوم اور معنی کا القاء حضرت حق جل مجدہ کی طرف سے ہوا ہے الفاظ کی تالیف حضرت باری عز اسمہ کی جانب سے نہیں ورنہ ان کی نظم بھی قرآن پاک کی طرح معجز ہوتی کیونکہ كلام الملوك ملوك الكلام کے بموجب معجز کا کلام بھی معجز ہی ہوتا ہے کوئی انشاء پرداز اگر کسی دوسرے کا بیان بھی نقل کرتا ہے تو اس میں انشاء پردازی کی شان نمایاں ہوجاتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ان کتابوں کو کتب تو کہا گیا مگر کلام اللہ نہیں فرمایا گیا قرآن پاک کو کلام بھی کہا گیا ہے۔

امداد السائل فی الاحکام و المسائل فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبد الشکور ترمذی قدس سرہ

الاستفتاء

کافر حربی سے سودی معاملہ کرنا

کافروں کے ملک میں مسلمان کا کافر شخص سے سودی معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں بعض فقہاء کی عبارات سے مختلف شبہات پیدا ہوتے تھے، جن کو حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کیا گیا، سوال میں ذکر تھا کہ:

(۱) دارالحرب کی جامع تعریف نہیں ملتی (۲) اور اگر کسی ملک کے دارالحرب ہونے میں اختلاف ہو تو اس کا کیا حکم ہے اور اگر کوئی حربی متأمن ہو کر دارالاسلام میں آئے تو اس سے سودی معاملہ کرنے کا کیا حکم ہے؟ (۳) اور اگر کوئی شخص مثلاً انگلینڈ میں رقم جمع کرا کر پاکستان آ جاتا ہے اور وہاں سے اس رقم پر سود حاصل کرتا رہتا ہے، کیا ایسا کرنا جائز ہے وغیرہ حضرتؒ نے خداداد فقاہت اور بصیرت کی روشنی میں اس کا درج ذیل مدلل ومحقق جواب تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

احقر کے نزدیک دارالاسلام اور دارالحرب کی تعریف یہ ہے جس کو حضرت شاہ صاحب عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنے طویل فتویٰ میں بحوالہ کافی نقل فرمایا ہے کہ المراد بدار الاسلام بلاد یجری فیہا حکم امام المسلمین ویکون تحت قھرہ وبدار الحرب بلاد یجری فیہا امر اعظیمہا وتکون تحت قھرہ انتھی ؟ (کذا فی فتاوی عزیزی ص ۴۵۴)

(۲) اگر کسی ملک کے دارالحرب ہونے میں اختلاف نہ ہو پھر بھی احتیاطی فتویٰ عدمِ جواز کا ہوگا، اس لئے کہ طرفین اور امام ابو یوسف کا اختلاف ایسے ہی دارالحرب کے سود میں ہے جس کا دارالحرب ہونا اختلافی نہ ہو، بلکہ یقیناً دارالحرب ہو، دارالحرب میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وامام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ایسے مسلمان کو جو کہ دارالاسلام کا رہنے والا ہو اور امن لے کر کچھ مدت کے

لئے دارالحرب میں گیا ہو جس کو اصطلاح میں مسلم مستأمن کہا جاتا ہے حربی سے سود لینا جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نیز ائمہ ثلاثہ امام مالک رحمہ اللہ و امام شافعی و امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک دارالحرب میں بھی سود لینا جائز نہیں حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے اپنے رسالہ رافع الضنك عن منافع البنك میں اس کے عدم جواز کو بڑی تفصیل سے مدلل طریقہ پر تحریر فرمایا ہے اور روایۃً ودرایۃً یہی مذہب ابو یوسف رحمہ اللہ راجح اور باعتبار دلیل قوی ہے، اسی پر فتویٰ دینا چاہئے؟ لان الاعتبار بقوة الدليل كمافي رسم المفتي والدليل على ماقلنا:

اولاً: مافي نصب الرايه قال عليه الصلوة والسلام المسلم و الحربي في دار الحرب قلت غريب والسند البيهقي في المعرفة في كتاب السير عن الشافعي قال ابويوسف انما قال ابوحنيفه هذا لان .... حدثنا عن مكحول عن رسول الله ﷺ انه قال لاربابين اهل الحرب اظنه اواهل الاسلام قال الشافعي وهذاليس بثابت ولا حجة انتهى كلامه (ج ۴ ص ۴۴)

ثانیاً: قوله تعالىٰ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ (الآیۃ پ ۳)

یہ ربو حرمتِ ربوا سے بھی پہلے کا اہل حرب کے ذمہ باقی تھا اور حرمت سے پہلے ہی اہل حرب سے معاملات ربا کے ہوئے تھے پھر بھی اس کے وصول کرنے کی اجازت نہیں دی گئی اور بقیہ سود کے لینے سے منع فرمادیا گیا بلکہ نہ لینے کو ایمان کی شرط قرار دیا گیا، تو نزولِ حرمت کے بعد سود کے لینے کی اجازت کیسے ہوگی؟

ثالثاً: قوله تعالىٰ وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (الآية)

سود کی حرمت قطعی، مطلق، مؤبد ہے، خبرِ واحد سے اس کی تخصیص اصولاً درست نہیں ہے، پھر وہ خبرِ واحد بھی غیر ثابت ہے، کمامر، اس میں انقطاع ہے، مکحول صحابی نہیں ہے، اس کے واسطہ کا صحابی ہونا متعین نہیں ہے، اب رہا یہ کہ طرفین کی طرف جو یہ منسوب ہے کہ دارالحرب میں مسلم مستأمن اور حربی کے درمیان ربو نہیں، جیسا کہ درمختار میں ہے و لاربوٰبین حربی

ومسلم مستأمن ولوبعقد فاسد اوقمار ثمة لان ماله ثم مباح فيحل برضاه مطلقا بلاعذر خلافاً للثاني والثلاثه (شامی ج۵ص۱۸۶)

اس کا مطلب کیا ہے؟ تو اگر اس کی تشریح وہ کی جائے جو بدائع نے کی ہے تو پھر اس قول کی ان آیات قرآنیہ اور احادیث صریحہ در بارہ حرمت ربوا کے ساتھ تطبیق کی کیا صورت نکل سکتی ہے؟

قال في البدائع ولهما ان مال الحربي ليس بمعصوم بل هومباح في نفسه الاان المسلم المستأمن منع من تملكه من غيررضاه لماخبر من الغدروالخيانة فاذابذل باختياره ورضاه فقدزال هذا المعنى فكان الاخذ استيلاء على مال مباح غير مملوك وانه مشروع مفيد للملك كالاستيلاء على الحطب والحشيش وبه تبين ان العقد هناليس بتملك بل هوتحصيل التملك وهوالرضا لان ملك الحربي لايزول بدونه ومالم يزل ملكه لايقع الاخذ تملكا اذا زال فالملك بمسلم يثبت بالاخذ والاستيلاء لابالعقد فلايتحقق الربا لان الربا اسم يستفاد بالعقد (البدائع الصنائع ج۵ص۹۲)

حاصل یہ ہے کہ مسلم مستأمن جو مال عقود فاسدہ کے ذریعہ دارالحرب میں حربی سے حاصل کرتا ہے اس پر ربوا کا اطلاق نہیں ہوتا اور طرفین کے نزدیک اس میں ربوا متحقق نہیں ہوتا اس لئے کہ طرفین کے نزدیک تحقق ربوا کے لئے بدلین کا معصوم ہونا شرط ہے اگر ایک بدل بھی غیر معصوم ہوگا تو ان کے نزدیک ربوا متحقق نہ ہوگا بخلاف امام ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک بدلین کا معصوم ہونا شرط نہیں بلکہ ایک بدل بھی اگر معصوم ہوگا تو ان کے نزدیک ربوا متحقق ہوجائے گا۔

قال في البدائع :واما شرائط جريان الربا ان يكونا البدلان معصومين فان كان احدهماغيرمعصوم لايتحقق الربا عندناوعندابي يوسف هذا ليس بشرط ويتحقق الربا وعلى هذا الاصل يخرج ماااذادخل مسلم دارالحرب تاجراً مباح حربيادرهما بدرهمين اوغير ذلك من سائر البيوع الفاسدة في حكم الاسلام انه يجوز عندابي حنيفه ومحمد وعند ابي يوسف لايجوز (ج۵ص۱۹۲)

امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک چونکہ دارالحرب میں حربی کا مال غیر معصوم اور حطب وحشیش کی طرح مباح ہے اس لئے اس پر استیلاء سے ملک حاصل ہوجاتی ہے لیکن چونکہ مستأمن مسلمان کو حربی کے مال کو بغیر اس کی رضامندی کے لینے سے منع کردیا گیا ہے اس لئے اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے کسی عقد کی ضرورت ہے تو درحقیقت عقد موجب ملک نہیں بلکہ موجب ملک اخذ واستیلاء ہے اور عقد صرف تحصیل رضا یعنی شرط تملک کے حاصل کرنے کے لئے ہے، یہ بات بدائع کی عبارتِ بالا سے واضح ہے، بدائع کی تحقیق مذکور کے پیش نظر طرفین کا مسلک آیات واحادیث کے خلاف نہیں رہا اور تطبیق کی یہ صورت نکل آئی کہ آیات واحادیث کا مفاد حرمت ربوا ہے اور طرفین کا مسلک یہ ہے کہ دارالحرب میں ربوا متحقق نہیں تو جس چیز سے ربوا کی حرمت منصوص ہے اس کی حلت کے قائل حضرات طرفین نہیں ہیں کہ نصوص سے تعارض لازم آنے کا شبہ ہوسکے، بلکہ یہ حضرات اس چیز کے دارالحرب میں وجود کا اور اس کے تحقق کا انکار کررہے ہیں اور یہ بات درمختار کی عبارت کے سیاق سے بھی ظاہر ہورہی ہے کہ لاربابین سیلو عبدہ کے ذکر کرنے کے بعد ولا بین حربی ومستأمن کو ذکر کیا ہے، مطلب یہ ہے کہ جس طرح عبد (غلام) اور اس کے مولیٰ (آقا) کے مابین ربوا کا تحقق نہیں ہوتا اسی طرح مسلم مستأمن اور حربی کے درمیان بھی ربوا کا تحقق نہیں ہوتا، اسی طرح طرفین اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا اختلاف اس میں نہیں ہے کہ دارالحرب میں ربوا جائز ہے یا نہیں بلکہ اس میں ہے کہ دارالحرب میں ربوا کا تحقق ہے یا نہیں، حضرات طرفین کا مسلک یہ ہے کہ دارالحرب میں حربی کا مال غیر معصوم ہے اس لئے وہاں ربوا کا تحقق ہی نہیں، یہ بات نہیں ہے کہ ربوا کا تحقق ہوا اور پھر جائز ہو، امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ربوا کا تحقق وہاں بھی ہوتا ہے، جب ان کے نزدیک دارالحرب میں بھی ربوا کا تحقق ہوتا ہے اور حربی کے مال کا غیر معصوم ہونا ربوا کے تحقق کے لئے مانع نہیں ہے تو ان کے نزدیک عقود فاسدہ سے حاصل شدہ اموال حرام ہونگے اور مسلمان مستأمن اور حربی کے درمیان عقد ربوا سے جو مال حاصل ہوگا وہ حرام ہوگا۔

قال العلامة ظفر احمد العثماني والعمومات لم تتعرض للمكان اصلاًولوسلم فمعنا ها ان الربا اذا تحقق فهوحرام في كل مكان واماانه يتحقق

فی کل مکان فلا دلالۃ للعمومات علی ذالك اصلاً کمالا یخفی علی من له مسکة ولیس معنی مرسل مکحول ان الربا یجوز فی دار الحرب بعد تحققه وانما معناه انه لایتحقق بین المسلم والحربی هناك فلا منافاة بینه وبین العمومات المتواترة الواردة فی الربا فلا یرد علی ابی حنیفه تخصیص المتواتر العام بمرسل من الاحاد (اعلاء السنن ج۱۴ص۳۵۶)

وفی الحاشیه (ج۱۴ص۳۵۶) علی قول البدائع فلایتحقق الربا فلایرد علی ابی حنیفة تخصیص عمومات الربا وهی متواترة بمرسل مکحول وهو من الاحاد لان العمومات لم تتناول ما اخذ بالاستیلاء وانما تعم ما اخذ بالعقد فافهم وایضاً فانها انما تتناول الربا وهذا لیس بربا ۱۲۔

اس تطبیق وتوجیہ کی غرض یہ ہے کہ حضرات طرفین کی طرف جو مذہب منسوب ہے وہ بھی خلاف دلیل نہیں مسئلہ مجتہد فیھا ہے دلائل جانبین کے پاس ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ طرفین کے دلائل قوی ہیں اوران کا جواب نہیں دیا گیا بلکہ خود حضرت العلام مولانا ظفر احمد عثمانی نے ہی اپنے مضمون مسئلہ سود قمار وغیرہ بین مسلم وحربی میں ''جو بجواب مولانا مناظر احسن گیلانی لکھا گیا تھا'' بڑی وضاحت کے ساتھ ان سب دلائل پر کلام فرمایا چنانچہ ان مال الحربی لیس بمعصوم الخ پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس میں شبہ نہیں کہ اسلام نے نفوس واموال کی دو قسمیں قرار دی ہیں ،معصوم اور غیر معصوم مگر سوال یہ ہے کہ غیر اسلامی علاقہ میں ان کا معاہدہ کر کے خواہ یہ معاہدہ زبان سے ہو یا حال سے مسلمان کا داخل ہونا اگر اہل حرب کے اموال کو معصوم نہیں کرتا تو نفوس کو معصوم کیونکر کر دیتا ہے،حالانکہ نصوص میں اموال ونفوس دونوں کا ذکر ساتھ ساتھ ہے عصموا منی دمائھم واموالھم اگر عقد امان سے عصمت اموال تو بحالہ مرتفع رہی اور عصمت نفوس مرتفع نہ ہوئی۔

اس مضمون میں آگے چل کر فرماتے ہیں:

آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ کہ حربی دارالاسلام میں امن لے کر داخل ہو تو اس کی جان ومال سب کچھ معصوم ہو جائے اور اس کے ساتھ عقد ربا حرام ہو اور اگر مسلمان دارالحرب میں

امن لے کر جائے تو ان کے حق میں اہل حرب کے نفوس تو معصوم ہوں اور اموال معصوم نہ ہوں اس لئے میں نے کہا تھا کہ جن حالات میں حربی معصوم الدم ہو اس وقت اس کا مال اس کی ملک ہے اس کو اس درجہ مباح کہنا کہ عقد ربا سے حقیقت ربا تحقق نہ ہو بعید از قیاس ہے مگر آپ نے اس کی کوئی وجہ نہیں بتلائی کہ معصوم الدم کا مال کیوں معصوم نہیں جواب کا حاصل یہ ہے کہ حق مستأمن میں مال حربی کا غیر معصوم ہونا تسلیم نہیں یہ مقدمہ ممنوعہ ہے، اس تطویل کلام کا مقصد یہ ہے کہ جانبین میں کلام بہت طویل ہے اور اجتہادی مسائل میں جس جانب کو ہمارے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ نے اختیار فرمایا ہے اس میں بھی احتیاط ہے وہی دلائل کی رو سے قوی ہے، ہمیں اس پر فتویٰ دینا چاہئے۔

اس بحث سے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ اجتہادی امور میں سے کسی جانب کو ترجیح دینے کے لئے کسی قدر وسعت علم کے ساتھ دقت نظر کی بھی ضرورت ہے معمولی اور سطحی علم اس کے لئے کافی نہیں ہے اس لئے اپنی علمی سطح پر بھروسہ کر کے دوسری جانب فتویٰ دینا خطرہ سے خالی نہ ہوگا ہمارے اکابر نے حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق فتویٰ دیا ہے اور باعتبار دلیل کے وہی قوی اور راجح معلوم ہوتا ہے کہ دار الحرب میں بھی مسلمان مستأمن کے لئے ربوا جائز نہیں ہے، اس لئے فتویٰ اسی پر ہوگا البتہ علمی افادہ کے طور پر دوسری جانب کے بعض دلائل کا ذکر بھی ہو گیا اور انکا جواب بھی معلوم ہو گیا یہ صرف علمی بحث ہے جو طلبہ کے لئے مفید ہے یہ فتویٰ نہیں ہے۔

(۳) جن علماء کرام کے نزدیک کافر حربی کے مستامن دار الاسلام میں آنے کی صورت میں ربوا جائز ہے اس کی بناء چونکہ ان کے نزدیک مال حربی کا غیر معصوم ہونا ہے اور حربی کی رضامندی سے اس کا مال جس صورت سے بھی حاصل ہو اس کا لینا جائز ہے، بشرطیکہ خیانت کا ارتکاب نہ کیا گیا ہو اس علت کا تقاضا تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ انگلینڈ میں رقم جمع کرا کر پاکستان میں آنے کے بعد بھی اس رقم پر جو زیادتی وصول ہو وہ سود نہ کہلائے، کیونکہ یہ عقد بھی دار الحرب میں ہوا ہے اور مسلم مستأمن جو مال عقود فاسدہ کے ذریعہ دار الحرب میں حربی سے حاصل کرتا ہے اس پر ان حضرات کے نزدیک ربوا کا اطلاق نہیں ہوتا مگر چونکہ ملک ثابت ہوتی ہے اخذ و استیلاء سے، نہ

کہ عقد سے، جیسا کہ بدائع کی عبارت فالملك للمسلم يثبت بالاخذ والاستيلاء لا بالعقد (ج ۵ ص ۱۹۶) سے ثابت ہو رہا ہے اور اخذ واستیلاء دار الحرب میں ہوا نہیں اس لئے اس صورت میں اس رقم پر اضافہ کی وصولی پاکستان میں جائز نہیں ہونی چاہئے درمختار کے قول لان ماله ثمة مباح فيحل برضاه مطلقا (ج ۵ ص ۱۸۶) میں ثمہ کی قید سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حربی کا مال مستأمن کے لئے دار الحرب میں مباح ہے غیر دار الحرب میں نہیں اور عقود فاسدہ سے حلت اخذ مال حربی کی بنا اباحت مال حربی پر تھی جب غیر دار الحرب میں یہ بنا اباحت مال حربی مفقود ہے تو اس عقد فاسد کی وجہ غیر دار الحرب میں حربی کے مال کا اخذ وصول جائز نہ ہوگا۔

یاد رہے کہ اہل حرب کے ہدایا وغیرہ کے مباح ہونے سے اس پر اشکال صحیح نہ ہوگا کیونکہ ان کے لئے ہبہ وغیرہ حصول ملک کا کوئی دوسرا سبب موجود ہوگا اور اس صورت میں حربی کی رضا کے تحقق کے لئے عقد فاسد شرط بن رہا ہے اگرچہ جواز ربا فی دار الحرب کے قائلین کے نزدیک یہ عقد صورتاً عقد ہے حقیقتاً عقد نہیں ہے مگر تحصیل رضا حربی کیلئے ان کے نزدیک بھی یہ شرط ہے اور حلت اخذ ربا اس سے مشروط ہے پاکستان میں رہتا ہوا ایک مسلمان وہاں کے بنک میں رقم جمع کرا کر اگر سود لے تو اس کے لئے بطریق اولی ناجائز ہوگا کیونکہ اختلاف مسئلہ لا ربوا بين الحربي ومسلم مستأمن في دار الحرب کا ہے دار الاسلام کا رہنے والا مسلمان دار الاسلام میں رہتے ہوئے حربی کے ساتھ کسی کے نزدیک بھی معاملہ ربا کرنے کا مجاز نہیں ہونا چاہئے کیونکہ دار الاسلام میں مسلمان کے لئے حربی سے بھی سودی معاملہ کرنا ممنوع اور ناجائز ہے۔

درمختار میں ہے الحاصل ان الربا حرام الافي هذه الست مسائل (شامی ج ۵ ص ۱۸۷) اور الاشباہ والنظائر میں ہے الربوا حرام الا في مسائل بين حربي ومسلم ثم وبين المسلمين ولم يخرجا الينا الخ (ص ۳۰۱)

فقط واللہ اعلم
سید عبد الشکور ترمذی عفی عنہ
مدرسہ عربیہ حقانیہ، ساہیوال ضلع سرگودھا،
۲۹ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ

ازقلم حافظ ضیاء الرحمٰن جالندھری ملتان

شیخ الحدیث حضرت مولانا فیض احمد ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخہائے ولادت ،فراغت ،تدریس ،خلافت ،وفات

(۱)	بسم اللہ القدیر المقدم الرحمٰن الرحیم	۱۳۴۶ھ	ولادت
(۲)	فقال اللہ الملک وسلم علیہ یوم ولدویوم یموت ویوم یبعث حیاً	۱۹۲۷ء	ولادت
(۳)	نسب نامہ ابوالمسعودؒ بن ہدایت اللہؒ بن خان محمدؒ بن حاجی محمدؒ	۱۹۲۷ء	ولادت
(۴)	ولادت صاحب جوہر مولانا ابومحفوظؒ	۱۹۲۷ء	ولادت
(۵)	سلسلہ اقبال سند صحیح بخاری شریف	۱۹۵۲ء	فراغ
(۶)	محیط آفاق مولانا فیض احمد صاحب ملتانیؒ	۱۹۵۲ء	فراغ
(۷)	عن تاج الدین مولانا خیر محمد جالندھریؒ	۱۹۵۲ء	فراغ
(۸)	عن فیض ربانی مولانا محمد یٰسین سرہندیؒ	۱۹۵۲ء	فراغ
(۹)	عن شہاب الدین شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ	۱۹۵۲ء	فراغ
(۱۰)	عن حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب صدیقی نانوتویؒ	۱۹۵۲ء	فراغ
(۱۱)	عن ابدال شاہ عبدالغنی بن ابوسعید مجددی دہلویؒ	۱۹۵۲ء	فراغ
(۱۲)	عن باب جو محدث ہند شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ	۱۳۷۱ھ	فراغ
(۱۳)	عن حکیم ہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ	۱۳۷۱ھ	فراغ
(۱۴)	عن کوکب اسلام حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہ احمد محدث دہلویؒ	۱۹۵۲ء	فراغ
(۱۵)	آج مولاناؒ پہلی بار خیر المدارس میں مدرس ہوئے	۱۹۵۲ء	تدریس
(۱۶)	قطب نجم مولانا ابومسعود صاحبؒ مدرس جامعہ قاسم العلوم ملتان	۱۹۶۳ء	تدریس
(۱۷)	بانی و مہتمم ومدرس از مدرسہ امداد العلوم ملتان	۱۹۶۹ء	قیام مدرسہ
(۱۸)	ابومحمودؒ جامعہ قاسم العلوم ملتان کے صدر و مہتمم	۱۹۸۰ء	صدر و مہتمم
(۱۹)	حبیب جہاں ابومسعودؒ خازن وفاق المدارس پاکستان	۱۹۸۵ء	خازن وفاق
(۲۰)	اہل جود ابومحمودؒ کا جامعہ میں دوبارہ تدریس کیلئے آنا	۱۴۲۰ھ	تدریس
(۲۱)	جناب مولانا ابومسعودؒ خلیفہ اجل آل محمد ﷺ سید نفیس الحسینی شاہؒ	۲۰۰۳ء	خلافت
(۲۲)	مہینہ رمضان المبارک سن چودہ سو چوبیس ہجری ہے	۲۰۰۳ء	خلافت
(۲۳)	لقد قال اللہ الاحد ان المتقین فی مقام امین	۱۴۲۹ھ	وفات
(۲۴)	یادگار حبیب ایزدابو رشید خیر محمد جالندھریؒ	۲۰۰۸ء	وفات
(۲۵)	وصال امام فقہ فیض احمد نوراللہ مرقدہ	۲۰۰۸ء	وفات
(۲۶)	وفات حسن مزاج مولانا ابوفاروق رحمۃ اللہ علیہ	۲۰۰۸ء	وفات
(۲۷)	وصال ضیاء العلماء مولانا ابومسعودؒ	۱۴۹۲ھ	وفات
(۲۸)	جناب مولاناؒ کی کل عمر اسی سال تین ماہ اکیس دن ہوئی	۲۰۰۸ء	وفات
(۲۹)	جناب عالیؒ کی عمر کے کل دن انتیس ہزار پانچ سو تیئس ہوئے	۲۰۰۸ء	وفات

تعارف وتبصرہ

نام کتاب:تحفۃ الآفاق فی حل اسئلۃ الوفاق (للعالیۃ بنین) صفحات: ۴۳۸
مرتب: حضرت مولانا ابوسعید اللہ بخش ظفر صاحب مدظلہم ناشر: مکتبہ رحمانیہ ملتان

ہر طالب علم کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ ہر امتحان میں کامیاب ہو اور اس جدوجہد میں ہر طالب علم مصروف رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ طلباء وفاق المدارس سے وابستہ ہر امتحان میں کامیابی کیلئے شب وروز ایک کئے ہوتے ہیں۔دور حاضر میں سوالات وفاق کے حل کرنے پر جہاں بہت سی کتب معرض وجود میں آئیں وہیں پر کتاب ھٰذا بھی اسی سلسلۃ الذھب کی ایک عظیم کڑی ہے جس کے مرتب کسی تعارف کے محتاج نہیں آپ کا شمار کہنہ مشق اور ماہر فن اساتذہ میں ہوتا ہے آپ نے اس کتاب کو بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے مرتب فرمایا ہے۔زیر نظر کتاب میں درجہ عالیہ بنین کے صرف تین پرچے تفسیر، حدیث ومیراث، اور فقہ کے ۱۴۰۵ھ تا ۱۴۲۸ھ کے سوالات کو حل کیا گیا ہے، یہ کتاب ھٰذا کی پہلی جلد ہے،کتاب کی ترتیب بڑی عمدہ اور اعلیٰ ہے جوابات میں حددرجہ آسان فہم اردو کا استعمال کیا گیا ہے اور اگر کہیں پر سوال میں تکرار ہو تو جوابات میں تکرار سے بچنے کیلئے ماقبل کی طرف اشارہ کردیا گیا ہے ۔کتاب ھٰذا کی طباعت اور کتابت نہایت عمدہ اور سرورق دیدہ زیب ہے البتہ کاغذ قدرے ہلکا استعمال کیا گیا ہے ۔اللہ تعالیٰ اس کتاب کو طلباء علماء کیلئے یکساں نافع اور مفید فرمائے آمین ۔(مولانا عابد محمود حقانی)

نام کتاب: عادلانہ جواب۔ مؤلف: مولانا محمد عمر قریشی صفحات: ۲۸۷
ناشر: جامعہ فرقانیہ کوٹ ادو دار المبلغین مظفرگڑھ

صحیح بخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ کی ثقاہت مجروح کرتے ہوئے ایک صاحب احمد سعید چتروڑی نے کچھ عرصہ قبل ایک رسالہ ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' لکھا اس میں صحیح بخاری کی روایات اور قرآن کریم کے درمیان تعارض ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس کے مختلف علماء کرام نے جوابات دیئے ۔زیر نظر کتاب میں بھی مؤلف نے ۵۴ اعتراضات کے تفصیلی ومدلل جوابات دیئے ہیں اور ہر جواب باحوالہ ہے۔(مفتی محمد عبداللہ)

مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی

اخبار الجامعہ

۲۶رشوال المکرّم ۔حضرت صدر جامعہ مدظلہم نے جامع مسجد خضری سرگودھا میں حج تربیتی پروگرام کے موقع پر اور مدرسہ ربیع القرآن فروکہ میں تقریب تکمیل حفظ قرآن کے موقع پر اصلاحی وبصیرت افروز بیانات فرمائے۔

۲۷رشوال المکرّم ۔جامعہ حقانیہ للبنات میں صحیح بخاری شریف کا افتتاح کرایا۔

۲۹رشوال المکرّم ۔جامعہ ھذا کی شاخ مدرسہ عائشہ للبنات ساہیوال میں افتتاح تعلیم کے موقع پر ریاض الصالحین کا پہلا سبق پڑھایا اور درس دیا آخر میں دعا کرائی۔

یکم رذوالقعدہ۔جامعہ ھذا میں بعد نماز عصر ہفت روزہ درس قرآن کریم دیا۔

۲رذوالقعدہ ۔مدرسہ احیاء السنۃ فروکہ میں اصلاحی بیان فرمایا۔

۶رذوالقعدہ ۔مدرسہ امدادیہ فتحیہ تعلیم النساء سلانوالی میں افتتاح بخاری شریف کے موقع پر بیان فرمایا اور مدرسہ حسینیہ سلانوالی میں بھی درس دیا۔

۷رذوالقعدہ۔جامعہ ھذا میں دو روزہ حج تربیتی پروگرام کے دوسرے دن عازمین حج کو مفید وقیمتی ہدایات اور مشوروں سے نوازا۔مدرسہ تحسین القرآن فروکہ میں ظہر کے بعد ختم قرآن مجید کی تقریب میں بیان فرمایا۔

۸رذوالقعدہ ۔جامعہ ھذا میں بعد نماز عصر ہفت روزہ درس قرآن کریم دیا اور عشاء کے بعد محلّہ حسین آباد ساہیوال میں ایک نکاح مسنون پڑھایا۔

۱۰رذوالقعدہ ۔دارالعلوم زکریا سرگودھا میں طلبہ میں تقسیم انعامات کے موقع پر بیان فرمایا اور انعامات تقسیم فرمائے۔

۱۱رذوالقعدہ ۔دارالعلوم عیدگاہ کبیروالا تشریف لے گئے جہاں اگلے روز ۱۲ذوالقعدہ کو دارالعلوم عیدگاہ کبیروالا کی شوریٰ کا اجلاس ہوا اس میں شرکت فرمائی،دارالعلوم اشرفیہ مانکوٹ بھی تشریف آوری ہوئی۔

۱۳/ذوالقعدہ۔حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ کی نواسی کی لاہور میں شادی کے موقع پر شرکت فرمائی۔
۱۴/ذوالقعدہ۔دارالعلوم الاسلامیہ لاہور کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔
۱۵/ذوالقعدہ۔جامعہ ھذا میں ہفت روزہ درس قرآن کریم دیا۔
۱۶/۱۷/۱۸/ذوالقعدہ۔حضرت اقدس شیخ جناب نواب عشرت علی خان صاحب قیصر دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں اسلام آباد تشریف آوری ہوئی اور استفادہ فرمایا۔
۲۰/ذوالقعدہ۔جامعہ ھذا میں تقریب تکمیل حفظ قرآن کریم کے موقع پر بصیرت افروز بیان فرمایا۔
۲۲/ذوالقعدہ۔جامعہ نعمانیہ فروکہ کے جلسہ میں صدر جامعہ مدظلہم اور مولانا عبدالحمید تونسوی صاحب نے بیان فرمایا۔
۲۳/ذوالقعدہ۔تعلیم القرآن سرگودھا میں ختم قرآن کریم کے موقع پر آخری سبق پڑھایا اور درس دیا۔
۲۴/ذوالقعدہ۔سلانوالی میں جامع مسجد عمر میں ماہانہ اصلاحی درس دیا اور مدرسہ حسینیہ سلانوالی میں شوریٰ کے اجلاس کی صدارت فرمائی۔
۲۵/ذوالقعدہ۔خشکن کے جلسہ میں عشاء کے بعد شرکت فرمائی اور بیان فرمایا۔
۲۶/ذوالقعدہ۔دارالعلوم سرگودھا میں طلبہ وعلماء کے بڑے اجتماع میں تربیتی بیان فرمایا۔
۲۷/ذوالقعدہ۔سرگودھا بلاک نمبر ۲۳ میں حج تربیتی پروگرام سے خطاب فرمایا پھر رات کو ملتان روانگی ہوئی اور خیر المدارس میں بعض اہل علم حضرات سے جدید دور حاضر کے مسائل پر گفتگو ہوئی۔
۲۸/ذوالقعدہ۔خیر المدارس ملتان کے شوریٰ کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔
۳۰/ذوالقعدہ۔جامع مسجد گنبدوالی فروکہ میں عشاء کے بعد بیان فرمایا۔
۲/ذوالحجہ۔لیہ میں مدرسہ رحیمیہ کوٹ سلطان، مدرسہ حسینیہ پہاڑپور اور مدرسہ اشرفیہ کھوکھر ٹاؤن میں تشریف آوری ہوئی، جبکہ مدرسہ پہاڑپور میں بیان بھی فرمایا۔
۳/ذوالحجہ سے ۷/ذوالحجہ تک ڈیرہ ڈویژن کا تبلیغی واصلاحی دورہ فرمایا۔
۱۰/ذوالحجہ کو عیدگاہ حقانیہ ساہیوال میں عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھائی۔
۱۵/ذوالحجہ۔جامعہ ھذا کے صدر مدرس مولانا محمد ظفر اللہ صاحب کے چچازاد بھائی کی تعزیت کے سلسلہ میں ملہو موڑ جھنگ کا سفر ہوا۔



جہانوں کیلئے رحمت ﷺ

ترے کردار کی خوشبو نے پھولوں کو جلا بخشی
ترے اوصاف کی کرنوں نے تاروں کو ضیا بخشی
جہانوں کیلئے رحمت، دلوں کے واسطے راحت
تری صورت میں خالق نے متاع بے بہا بخشی
گلاب وعطر وعنبر میں کہاں نام ونشاں اس کا
خدا نے جو ترے عشاق کو بوئے وفا بخشی
سلام اس پر، درود اس پر، درود اس پر، سلام اس پر
کہ جس نے آدمی کو آدمیت کی ردا بخشی
عرب کے کوہساروں سے عجم کے ریگزاروں تک
اخوت کی طرح ڈالی، مودت کو بنا بخشی
خدا شاہد ہے، امت کا گراں مایہ اثاثہ ہے
یہ تیری چشم پوشی، رحم فرمائی، خطا بخشی
تری بندہ نوازی کی سند ہے حرف حرف اس کا
فہیم ایسے خطا پیشہ کو توفیق ثنا بخشی